فاتبعونی یحببکم اللہ

ماہنامہ

معارفِ رضا کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، پاکستان

ادارہ

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت

- علامہ تراب الحق قادری
- الحاج شفیع محمد قادری
- علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
- منظور حسین جیلانی
- حاجی عبداللطیف قادری
- ریاست رسول قادری
- حاجی حنیف رضوی

اشتہارات

سید محمد خالد القادری

خصوصی شمارہ

امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۰ء نمبر

ہدیہ =/30 روپیہ

- قیمت فی شمارہ ـــــ ۱۰ روپیہ
- سالانہ ـــــ ۱۲۰ روپیہ
- بیرونِ ممالک ـــــ ۱۰ ڈالر سالانہ

رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔74400، پوسٹ بکس نمبر 489

فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر، مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی-آئی-چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

مشمولات

اطلاع: ملک میں طویل ہڑتال اور کاغذ کی عدم دستیابی کے سبب رسالہ تاخیر سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

حجتہ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے وہ تین ہیں :

۱- علم (علم مکاشفہ) ۲- عمل (جیسے بادشاہ کا عدل کرنا) ۳- عمل وعلم سے مرکب (وہ آخرت کا علم ہے)

جو اس علم کا جاننے والا ہے وہ عالم اور عامل کا جامعہ ہے۔ پھر مزید فرماتے ہیں کہ جو علماء تیسری صفت کے جامع ہوتے ہیں (علم وعمل کا پیکر ہوتے ہیں) وہ درج ذیل پانچ خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں :-

الف..... عابد ہوتے ہیں ب..... زاھد ہوتے ہیں ج..... علوم آخرت کے ماہر ہوتے ہیں د..... خلق خدا کے ہمدرد ہوتے ہیں اور ان کی بہتری کے سمجھنے والے ہوتے ہیں، اور ر..... وہ اپنی فقہ کی ترویج واشاعت میں رضائے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔

جب ہم ان خصوصیات کی روشنی میں پچھلے دور کے علماء پر نظر ڈالتے ہیں تو شیخ الاسلام مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان ہی کی ایک ایسی شخصیت نظر آتی ہے جو بلا شبہ مذکورہ تمام خصائص کی آئینہ جمال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی عبقری شخصیت ہی ایک ایسی روشن وتابندہ شخصیت ہے جس کے وجود میں "للذین احسنو الحسنیٰ و زیادۃ" کے برکات وفتوحات کی تمام وسعتیں سمٹی دکھائی دیتی ہیں قابل رشک اوصاف میں سے شاید ہی کوئی ایسا وصف ہو جس کا خلاق عالم نے آپ کو حصۂ وافر نہ عطا کیا ہو۔ علوم عقلیہ ونقلیہ، قدیمہ وجدیدہ کی کوئی ایسی فرع نہ تھی جس پر ان کو دسترس حاصل نہ رہی ہو۔ اور کوئی ایسا موضوع نہیں جو ان کے علم میں آیا یا لایا گیا ہو اور جس شرح وبسط میں صفحہ قرطاس پر انہوں نے اپنے نوک قلم سے نہ کی ہو اور جب وہ ایسا کرتے ہیں تو تحقیق وتدقیق کا حق ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ علوم قرآن وحدیث، ریاضیات وہیئات، فقہ وتصوف، شریعت وطریقت وحکمت، کیمسٹری، فزکس، غرض ستر (۷۰) سے زیادہ علوم وفنون میں اپنی مثال آپ ہیں لیکن بایں ہمہ شان ان کی حیات ونظریات کا خلاصہ "عشق مصطفیٰ ﷺ میں شیفتگی فرزانگی ہے۔ وہ اسی جذبہ کو جوہر ایمان قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے عشق مصطفیٰ کا درس بھی دیا اور عظمت الٰہی اور ناموس رسالت کی پاسداری کیلئے اپنا تن، من، دھن قلم قرطاس، عزت وقار سب کچھ قربان کر دیا اور ساری زندگی دشمنان اسلام اور گستاخان رسول کی بیخ کنی کی، یہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی کاوشوں کا نتیجہ اور فیض ہے کہ کل تک جو "اثر ابن عباس" کی نام نہاد آز

لیکر مسلمانوں کے بنیادی اور متفقہ "عقیدہ ختم نبوت" کی بیخ کنی کر رہے تھے، آج، تحریک ختم نبوت کے علمبردار بنے پھر رہے ہیں۔ احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ اس راہ ہدایت کیلئے امام موصوف کا شکریہ ادا کرنا تو درکنار اپنی تقاریر و تصانیف میں امام احمد رضا کے دلائل اور پوری پوری عبارات نقل کر جاتے ہیں لیکن امام موصوف کے ذکر اور ان کی تصانیف کا حوالہ دیتے شرماتے ہیں۔ بہر حال امام احمد رضا ان کی ستائش سے مستغنی ہیں۔ ان کا ذکر عشاق مصطفیٰ ﷺ کی محفلوں، علم کے ایوانوں اور مومنوں کے دلوں میں تا صبح قیامت ہوتا رہے گا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ان کا ذکر سید عالم ﷺ کے دربار میں صبح و شام ہوتا ہے، جو بھی رد و دان مسلماں وہاں حاضری دیتا ہے اس کی زبان پر بے ساختہ "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" جاری ہو جاتا ہے، گنبد خضرا پر پہلی نظر پڑتے ہی اکثر لوگ یہ شعر گنگناتے نظر آتے ہیں ۔

حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

سید عالم ﷺ سے ان کو جو والہانہ لگاؤ تھا اس کے اظہار کیلئے انہوں نے شاعری کو ذریعہ بنایا بقول پروفیسر ڈاکٹر صابر سنبھلی نعت گوئی کو انہوں نے ذریعہ عزت یا ذریعہ شہرت کے بجائے ذریعہ نجات تصور کیا اور زندگی بھر اپنے جذبات محبت و عظمت کو الفاظ کی صورت میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے رہے ---- فکری اعتبار سے فاضل بریلوی کی شاعری اب تک بر صغیر میں اپنے پیش روں اور پس روں میں سب سے بلند مقام پر ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے ۱۳ ر سال ۵ ر ماہ کی مختصر عمر میں تمام علوم اسلامیہ عقلیہ ونقلیہ میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے والد ماجد علامہ مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ کی سند افتاء سنبھالی اور بقیہ تمام زندگی اپنی آخری سانس تک درس و تدریس، تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی، ترویج و اشاعت دین اسلام اور مسلمانان ہند کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی خرابیوں کی درستگی و اصلاح اور جہالت کی تاریکی دور کرنے کی جدوجہد میں بسر کی اس ضمن میں انہوں نے دو نکاتی پروگرام پر عمل در آمد کیا :

۱...... فروغ علم نافع   ۲...... فروغ محبت و اتباع رسول ﷺ

اس دو نکاتی پروگرام کے مقاصد کے حصول کیلئے انہوں نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر تمام ممکن الحصول وسائل اور ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جمعۃ المبارک ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اپنی آخری سانس تک تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے یہ مرد خود آگاہ و خدا بیں اپنے خالق حقیقی سے جاملا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ایسا ترے مرقد پر ہجوم گل تر ہو   تا حشر زیارت گہہ انساں ترا دو ہو

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے انہی مقاصد کے حصول اور اس پروگرام کی تکمیل کیلئے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام ۱۹۸۰ء میں کراچی میں عمل میں آیا۔ ادارۂ ہر سال امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کرتا ہے اور اس موقع پر ایک سالنامہ "معارف رضا" کے نام سے شائع کرتا ہے اس کے علاوہ امام احمد رضا کی نایاب یا معتبر مطبوعہ کتب کی اشاعت اور ان کی حیات اور کارناموں پر مشتمل کتابیں بھی شائع کرتا ہے۔

قارئین کرام کے لئے یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ نئی صدی کی ابتداء یعنی جنوری ۲۰۰۰ء سے "معارف رضا" اب ماہنامہ کے طور سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ البتہ سالنامہ "معارف رضا" امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر اسی طرح شائع ہوتا رہے گا۔ جسے "امام احمد رضا کانفرنس نمبر" کا نام دیا گیا ہے "معارف رضا" میں ہر سال امام صاحب کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کے علمی، دینی، ملی اور اصلاحی کارناموں پر منتخب اہل علم و فن کے تحقیقی مقالات اردو، انگریزی اور عربی زبان میں شائع کئے جا رہے ہیں

ہم ۲۰ سال کے مختصر عرصہ میں جہاں اپنی کامیابی کیلئے، اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں وہیں اپنے قارئین کرام، معاونین، محترم مقالہ نگار حضرات اور ادارہ کے سرپرستان، معاونین و اراکین کے بھی بے حد ممنون ہیں جن کے تعاون کے بغیر ہمارا کام قطعی ممکن نہ تھا۔ ہمارے معاونین کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن خاص طور سے ہم حاجی محمد رفیق برکاتی صاحب، حاجی شیخ نثار احمد صاحب، حاجی حنیف جانو صاحب، حاجی زبیر حبیب احمد صاحب، حاجی جاوید حبیب صاحب، جناب حاجی عبداللطیف قادری صاحب (رابطہ سکریٹری ادارہ ھذا) جناب منظور حسین جیلانی صاحب (فائنانس سکریٹری ادارہ ھذا) کے بے حد ممنون ہیں کہ جن کی طرف سے بروقت وسائل کی فراوانی نے ہمارا کام نہایت آسان کر دیا۔ ہم اپنے ادارہ کے تمام اراکین خصوصاً جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، اقبال احمد اختر القادری اور سید محمد خالد قادری صاحب کے شکر گذار ہیں جنہوں نے گذشتہ کئی ماہ کی علالت کے باعث میری طویل غیر حاضری کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ ٹیلیفون پر فقیر سے رابطہ رکھا اور طباعت و اشاعت اور "معارف رضا" کی اشاعت کا ہر کام بروقت انجام پذیر کیا۔ قارئین کرام یہ بات ہم سب کیلئے باعث مسرت ہے، کہ ادارہ ھذا کے جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اب ترقی پاکر پروفیسر ہو گئے ہیں اور ساتھ ہی کراچی یونیورسٹی کے شعبہ جیالوجی اور پیٹرولیم سائنس کے شعبۂ صدر بھی مقرر ہوئے ہیں۔ ہم سب ان کو اس ترقی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو "فیض رضا" کے صدقے میں اسی طرح دین و دنیا میں سرخرو رکھے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ہم اپنے تمام مقالہ نگار حضرات کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی مقالات "معارف رضا" کے لئے ہمیں ارسال کئے "تنگی داماں" یا "ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا" کی وجہ سے کچھ مقالے معارف رضا کی اس اشاعت میں شامل نہ ہو سکے، جس کے لئے ادارہ ان حضرات کرام سے معذرت خواہ ہے، ان شاء اللہ آئندہ ماہ کے کسی شمارے میں ضرور شائع کر دیئے جائیں گے۔ ہماری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ "معارف رضا" کا معیار بلند سے بلند تر ہو، لیکن اس میں اگر کوئی کوتاہی رہ جائے تو اس سلسلے میں قارئین کرام ہماری رہنمائی فرمائیں ہم ان کے ممنون ہوں گے۔

راقم گذشتہ نو ماہ سے کافی علیل رہا ہے۔ الحمد للہ اب صحت بہت بہتر ہے تمام احباب گرامی سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ صحت و عافیت عطا فرمائے اور زندگی کے آخری سانس تک "کار رضا" میں مشغول و مصروف رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین، سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

از---اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للّٰہ رب العالمینo الرحمن الرحیمoملک یوم الدین oایاک نعبد وایاک نستعین o اھدنا الصرط المستقیم o صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضاۤلینo آمین

رب العزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم وذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت کو ہمہ گستر، فرماتا اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے، یہ سورۂ مبارک رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی ابتدا اس کی اور تمام سورہ قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرمائی گئی۔ اول حقیقی اللہ عزوجل ہے۔

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکلّ شیء علیم

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہیئے کہ اللہ الرحمٰن الرحیم مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وہ جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مجتمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے۔ اس سے پہلے اسم کا لفظ لائے اور اس پر ب کا حرف داخل فرمایا۔ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت واحدانیت وہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے، بندوں کو اس تک وصول محال کسی کی عقل کسی کا وہم کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک ومنزہ ہے۔ اس سے کہ اس تک فکر ووہم کا وصول ہو سکے ایسی مخفی وباطن ذات سے اس تک وصول کے علامت درکار اور اسم کہتے ہیں۔ علامت کو جو دلالت کرے ذات پر تو اسم اللہ ذریعہ ہوا وصال کا اور اسم جبکہ نام ٹھرا اس شے کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر ذات پاک ہے۔ اس سے کہ اسے کسی شے کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لئے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو۔ تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کو اس ذات کی طرف وہ ذات، ذات الٰہی ہے اور وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کو اللہ پر دلالت کرنے والا ہے وہ محمد ﷺ ہیں تو گویا ابتدا ہی نام اقدس سے فرمائی گئی۔ اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے اسم اللہ تمام مخلوقات کے لئے جو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی۔ ذات اقدس کی طرف دال ہے۔ اس واسطے کہ تمام جہان کو اللہ کی طرف ہدایت حضور ہی نے فرمائی حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے یہاں تک کہ انبیائے کرام ومرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں تو حضور کے سوا جتنے ہادی ہیں دلالت مطلقہ سے

موصوف نہیں ہو سکتے کہ انھوں نے تمام مخلوق کو دلالت لی ہو ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو ایسا نہیں۔ اگر وہ امتوں کے دال ہیں تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ہی کے لئے ہے۔ حضور ﷺ تمام غیر اللہ کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں، جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ۔ مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا۔ مہدی ہیں، ہادی نہیں، یعنی ہادی بالذات نہیں۔ اگر چہ بالواسطہ ہادی ہوں۔ اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم فعل حرف، حرف نہ تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے، مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی۔ تو وہ جو بے علاقہ ہیں، ذات الٰہی سے وہ حرف ہیں۔

ومنهم من يعبد الله علىٰ حرف نان اصابه خيرن اطمأ ن به وان اصابته نتنة ن القلب علىٰ وجهه دخسرالدنيا والا خرة ذالك هوا الخسران المبين۔

کچھ لوگ وہ ہیں، جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارے پر کھڑے ہی ہیں۔ فوراً ایک قدم میں بدل گئے۔ پلٹ گئے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا، اور یہی کھلا خسارہ ہے۔

تو یہ نہ مسند ہیں نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں اور وہ جو خود ذات الیہ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا وہ تمام مومنین وہادین کہ مسند ہیں مگر باذات مسند الیہ نہیں۔ وہ فعل ہیں حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات دبے وساساطت ہے تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحبہ وبارک وسلم۔

اسم کے خواص میں یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہوتا ہے اور تعریف کی حد ہے حمد اور حمد کی تکثیر ہے تحمید اور اسی سے مشتق ہے محمد ﷺ یعنی بار بار اور بکثرت بے شمار تعریف کئے گئے، حمد کئے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں جس کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ﷺ ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل و پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں۔

انبیاء حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پا سکیں۔ اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب بھی نہ پہنچے حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہوگئی وہ تو حضور کی صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی، کہ وہ لا تعد ولا تحصی ہیں انبیائے کرام غایت الجلا میں مثل پانی کے ہیں اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حمد ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفات کمال مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لئے، باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔

انما انا قاسم والله المعطی

اللہ عطا فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہے کونسی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ نہیں

توجو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا۔ ابتدائے خلق ابد الآباد تک ظاہر و باطن میں، روح جسم میں۔ ارض و سما میں، عرش فرش میں، دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا، الی ابد الآباد۔ لہذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اسم کا خاصہ ہے جر، اور جر کے معنی ہیں کشش یعنی جذب فرمانا یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک کھینچنا بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے وہ کھینچ آئے۔ دوسرا کھنچنا مزاحمت کے ساتھ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے اور یہ کھچنا نہیں چاہتا، حضور ﷺ فرماتے ہیں:

انتم تتقحون فی النار کالفراش وانا آخذ بحجز کم ملم الّی

تم پروانوں کی مانند آگ پر گرتے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ۔

یہ شان ہے جر یعنی کشش کی اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا من حیث الصدور۔ ہاں جر ان احوال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں۔ وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔ مثلاً (باء) کے معنی ہیں الصاق یعنی ملانا یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ، کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں یا من کہ ابتدائے نمائیت کے لئے ہے یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لئے:

یاجابران اللہ خلق قبل الاشیانورنبیک بنیک من نورہ

اے جابر تمام جہان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ﷺ۔

ہر فضل و کمال حتی کہ وجود میں بھی ابتدا ان ہی سے ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الیٰ آتا ہے انتہائے غایت کے لئے انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے اول الانبیاء بھی وہی ہیں اور خاتم النبین بھی وہی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ:

ایک بار جبریل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن۔ رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت کریمہ فرمائی۔

ھوالاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شئ علیم ٥

اس آیت کے لحاظ سے حضور نے جبریل سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔

اللہ نے حضور کو اول کیا تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا اور اللہ نے حضور کو آخر کیا تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا اور حضور کو ظاہر اپنے معجزات مبینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک و شبہ کی مجال نہیں اور حضور کو باطن کیا۔ ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے تو پر تو ہیں۔ آفتاب میں شک ہو سکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجئے اگر ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو، اور حضور ﷺ فرمائیں یہ آفتاب نہیں، کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے یقیناً ہر مسلمان صدق سے فوراً ایمان لائے گا۔ کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق و صحیح ہے اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ و گمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا یہی ہے، کہ آفتاب

ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں۔ آفتاب سے کروڑوں درجہ روشن ہیں، ﷺ۔

اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت بطون کا سبب ہے اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف ہی نہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے معرفت الٰہی وہ معرفت محمد ہے ﷺ جس کو ان کی معرفت زائد ہے اور معرفت الٰہی بھی زائد ہے حضرت صدیق اکبر جیسے اعرف الناس جو تمام جہان سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں ان سے ارشاد فرمایا:

یاابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی

اے ابوبکر جیسا میں ہو سوا میرے رب کے اور کسی نے نہ پہچانا۔

باطن میں ایسے کہ خدا کے سوا کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں اور ظاہر میں بھی ایسے کہ ہر پتہ ہر ذرہ شجر و حجر و حوش وطیور حضور کو جانتے ہیں یہ کمال ظہور ہے صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں جبریل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں انبیاء و مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق باقی رہا۔ حقیقتاً ان کو پہچاننا تو ان کا جاننے والا ان کے رب ہے، تبارک وتعالیٰ، ان کا بنانے والا، ان کا نوازنے والا، ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلا تشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ ہو، اللہ تمام جہان سے زیادہ غیرت ولا ہے۔ حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں۔

انہ لغیر روانا اغیر منہ واللہ اغیر منی

جو غیرت والا ہے میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

وہ کیوں کر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں دنیا خواب ہے، اور اس کی بیداری نیند، خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں ﷺ۔

من رانی فقد رای الحق فان الشیطان لایتمثل

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

پھر لوگ مختلف اشکال واحوال میں دیکھتے ہیں کہ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یونہی بیداری میں جتنے دیکھنے والے تھے سب اس آئینہ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت آلہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھادیا جائے، آفتاب جل کر خاک ہو جاتے جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو احتراق میں کہلاتا ہے تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی نہ رب العزت کو بیداری میں دنیا میں دکھا سکتا ہے، نہ جمال انور حضور اقدس کو، جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور انور ﷺ نے شب معراج کو رب العزت جل وعلا کو بیداری میں چشم سر سے دیکھا وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا کہ دنیا

زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور یہ روایت لامکان میں ہوئی۔ بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خداساز ہیں۔ ابو جہل لعین حاضر ہو کر عرض کرتا ہے:

"زشت نقشے کز نبی ہاشم شگفت"

حضور ﷺ فرماتے ہیں: "صدقت" تو سچ کہتا ہے ابو بکر صدیق اکبر عرض کرتے ہیں حضور سے زیادہ کوئی خوبصورت پیدا نہ ہوا حضور بے مثل ہیں حضور آفتاب ہیں نہ شرقی نہ غربی، ارشاد فرمایا "صدقت" تم سچ کہتے ہو، صحابہ نے عرض کی حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

گفت من آئینہ ام مصقول دوست
ترک ہندو در من آن بیند کہ اوست

میں تو اپنے چاہنے والے رب تبارک وتعالیٰ کا اجالا ہوا آئینہ ہوں، ابو جہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی اور ابو بکر سب سے بہتر ہیں انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطون ہے۔

ظہور کسی شئے کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے وہ شئے نظر آتی ہے اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو وہ چیز نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سرخی مائل کچھ بخارات و غبارات میں ہوتا ہے ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں خیرہ ہو کر واپس آتی ہیں غایت ظہور پر پہنچا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کو، وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لئے ان کو آئینہ کاملہ بنایا ہے اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اسی سبب سے نام اقدس میں دونوں رعائتیں رکھی ہیں محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کئے گئے۔ اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا ہے یہ تو شان ہے غایت ظہور کی اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہو تا یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی عن التعریف ہیں تعریف کی ضرورت نہیں یا ایسی بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لئے ہے وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام محمد بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجو ھر الحسن فیہ غیر منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت واستغراق نا متصور اور عہد فرع معرفت ہے اور ان کو ذاتاً و حقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح من الی جر کرتے ہیں اسی طرح کاف تشبیہ بھی جر کے لئے آتا ہے ذات الٰہی کمال تنزیہ کے مرتبے میں ہے اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہ ہے اس کی ذات و صفات کے لئے اور تشبیہ ہے۔ تجلیات کے لئے، دونوں کو اس کریمہ میں جمع فرمادیا لیس کمثلہٖ شیئی وھو السمیع البصیر"۔ لیس کمثلہ شئے "کوئی شئے اس کے مثل نہیں یہ تنزیہ ہوئی اور" وھوا سمیع البصیر" وہی ہے سننے دیکھنے والا یہ تشبیہ جب تک اللہ

نے عالم نہ بنایا تھا تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال بلکہ عالم تمثیل میں تجلی کے لئے ایک تشبیہ پیدا ہوئی جو عبارت ہے ذات اقدس سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے۔ شبیہ سے، ہاں پہلی تجلی جو فرمائی ہے اسی کا نام ہے محمد ﷺ اور تجلی کی اور تجلیات کی گئی ہیں، انکا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے۔ الرحمٰن الرحیم مدح کا قاعدہ ہے کہ وہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے الرحمٰن، الرحیم سے پہلے لایا گیا، الرحمٰن کو رحمت کا مبالغہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر فرمایا گیا، الرحیم یعنی مطلق رحمت بھی اس کے ساتھ خاص ہے رب العزت کی بے انتہا صفات ہیں یہ کیا ہے جن سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردے میں دکھایا۔ القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا۔ الرحمٰن الرحیم خالص رحمت دکھائی جاتی ہے۔ یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے جس میں صفات قہریہ بھی آکر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اولین کے لئے رحمت آخرین کے لئے رحمت ملائکہ کے لئے رحمت تمام مومنین کے لئے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین مشرکین منافقین مرتدین کے بھی رحمت ہیں یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ ماکان لعذ بھم رانت فیھم اللہ اس لئے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے رحمت عالم تم ان میں ہو۔

اسی لئے ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ورفعنہ مکانا علیا اختیار نہ فرمایا گیا حالانکہ ان کے غلام واہل محبت کی نعش تک آسمان پر اٹھالی گئی ہو۔

سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکابر اولیاء جمع ہیں مگر نماز نہیں ہوتی انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا کہا امام کا انتظار ہے ایک صاحب کو نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں۔ وہ امام ہوئے سب نے ان کی اقتدا کی نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہو گیا جب نماز ختم ہوئی نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اڑتے ہوئے چلے گئے انہوں نے پوچھا، جواب ملا یہ اہل محبت ہیں ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی مگر حضور رحمت عالم ﷺ نے یہیں تشریف رکھنا پسند فرمایا، کہ خلق کے لئے عذاب عالم سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہے ہی دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں جنت کا رحمت ہونا ظاہر ہے حضور کے نام لیوؤں کی جاگیر ہے دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے، دووجہ سے، دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے اول بادشاہ کی اطاعت خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ دوسرے کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانوگے تو یہ انعام ملیں گے یہ رحمت ہے۔ تیسرے عاصی سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے ان کو سزائیں سناکر ڈرایا جاتا ہے کہ اطاعت نہ کروگے تو زنداں میں بھیجے جاؤگے۔ وہ انعام تو عین رحمت ہے اور یہ کوڑا عذاب کا یہ بھی رحمت ہے۔ اس لئے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں۔ اطاعت کریں انعام کے مستحق ہوں تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے

محبوبوں کو ایزادی ان کی توہین کی رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر ضد کی ضد سے معلوم ہوا کرتی ہے گرمی کی قدر سردی سے، سردی کی گرمی سے، چراغ کی اندھیرے سے معلوم ہوتی ہے کہ الا شیاء تعرف باضدا دھا تو اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے تو ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔

ولله الحمد وصلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله وصحبه وبارك وسلم

اللهم صلى علىٰ سيد نا و مولانا محمد معدن الجود و الكرم واله الكرام اجمعين۔

حضور ﷺ تمام جہان کے لئے رحمت ہیں رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ تو رحمت کے لئے جو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے دوسری خیر اور دونوں متفرع ہیں۔ وجود نبی ﷺ پر اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر کا پانے والا تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوتا مگر صورت وجود نبی ﷺ میں تمام نعمتیں، تمام کمالات تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر اور تمام عالم وجود متفرع ہیں حضور کے وجود پر تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو خواہ نبی یا رسول جس کو جو نعمت ملی حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نعمۃ اللہ ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا نام نعمۃ اللہ رکھا ان الذين بد لوا نعمة الله كفرا کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمۃ اللہ محمد ﷺ ہیں۔ ولہذا ان کی تشریف کا تذکرہ امتثال امر الٰہی ہے۔ قال تعالیٰ واما بنعمة ربك فحدث اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت، غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے، اور ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد آخر وہی شئے ہے جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے۔ واما بنعمة ربك فحدث مجلس مبارک کی حقیقت مجمع المسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جملہ کا ذکر سنانا ہے۔ بندیار قعہ بانٹنا یا طعام و شیرنی کی تقسیم اس کا جز حقیقت نہیں نہ ان میں کچھ جرم اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

من احسن تولا ممن دعىٰ الى الله

اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا بلاوا قبول کریں ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بر وصلہ واحسان صدقہ ہے اور یہ سب شرعا محمود ان مجالس کے لئے ایک تمہیں نہیں ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں جہاں مجالس ذکر شریف ہوتے دیکھی ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو ادھر سے رحمت کی شرینی تقسیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا یہ مجلس آج سے نہیں آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے خود کی اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام ذکر حضور نہ کرتے

ہوں۔ اول روز سے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب و محبوب کا ذکر کیا کرو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ جس کے لئے عملی کاروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پتلے میں داخل ہوتی ہے، آنکھ کھلتی ہے، نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے لکھا دیکھتے ہیں لااله الاالله محمد رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ آله وصحبه وبارك وسلم) عرض کی الٰہی یہ کون ہے جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے۔ ارشاد ہوا اے آدم وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے۔ وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔

لولا محمد ماخلقتك ولاارضاولا سماء

اسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا اگر وہ نہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان بناتا۔ تو کنیت اپنی ابو محمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم۔ آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا۔ وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا شیث علیہ الصلوۃ والسلام سے ارشاد فرمایا اے فرزند میرے بعد تو خلیفہ ہوگا عماد تقویٰ و عروہ ثقی کو نہ چھوڑنا۔ العروة الوثقی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عروہ و ثقیٰ محمد ہیں ﷺ۔ جب اللہ کو یاد کرے محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا۔

کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔

اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا۔

پہلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور ﷺ کا ذکر تشریف آوری ہوا۔

واذا خذ الله میثاق النبیین لماا تیتکم من کتب وحکمه ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصر نه قال اقررتم واخذ تم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررناقال ناشهد واوانامعکم من الشهدین فمن تولیٰ بعد ذالك فاولئك هم الفسقون۔

جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں۔ پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں ان باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیاء کچھ عرض کرنے پائیں، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔

مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے سنا اور انقیاد واطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر، تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا ہے اللہ، کہ فرمایا ثم جاء کم رسول پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس انبیاء ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام، جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ، غرض اسی طرح ہر زمانے میں حضور کا ذکر ولادت و تشریف آوری ہوتا رہا ہر قرن میں انبیاء و مرسلین آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و زکریا علیہم الصلوۃ والسلام تک تمام انبیاء مرسلین اپنے اپنے زمانے میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک بتول کا بیٹا جسے اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے یعنی سید نا عیسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام تشریف لایا فرماتا ہوا

وبشرا بر سول یاتی من بعدی اسمه احمد۔ میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وبارك وسلم یہ ہے مجلس میلاد۔

جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا تمام ملک و ملکوت میں میلاد تھی عرش پر محفل میلاد تھی فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آتے ہیں۔ سر جھکائے کھڑے ہیں جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں، علیہم الصلوٰۃ والسّلام ،اس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری برأت بنائی گئی ہے۔ سبع سموت میں عرض و فرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو۔ اب وقت آیا ہے۔ کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المرادین ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ قادر علی کل شیٔ کیا کچھ خوشی کے سامان مہیانہ فرمائے گا شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ساتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے۔ اس نے بچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارك وسلم۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے کوئی قوی ہو گا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اٰ خذ بحجز کم عن النار هلم الی میں تمہارا بند کمر پکڑے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں قسم اس کی جس نے انہیں رحمتہ للعالمین بنایا۔ آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم۔ کیا حامی پایا اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردود سرکش قید کر دئے گئے تھے۔ اسی کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں خوشی کے نام سے مرتے ہیں ملائکہ سبع سموات دھوم مچا رہے تھے۔ عرش عظیم ذوق و شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تمام جہان ان ہی کی سلطنت انہیں کی قلمرو میں داخل ہے۔

اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدم کی مبارک باد ہو رہی ہے۔قادر علی کل شیٔ نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے۔ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کریں۔

اظهر یا سید المرسلین اظهر یا خاتم النبیین اظهر یا اکرم الاولین والاخرین۔

جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار، جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم، جلوہ فرمایئے اے سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ کریم یا اور الفاظ ان کے ہم معنی مطلب یہ کہ دونوں جہان کے دولہا برأت سج چکی اب جلوہ افروزیٔ سرکار کا وقت ہے۔

✿✿✿✿✿

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ★

ایک وہ زمانہ تھا جب سرزمین عرب میں بلکہ دنیائے اسلام میں اہل سنت و جماعت کی حکومت تھی اور امام احمد رضا خاں بریلوی کا شہرہ دور و نزدیک پھیلا ہوا تھا، یہود و نصاریٰ کے تعاون اور حمایت سے نئی حکومت قائم نہ ہوئی تھی اور کفر و شرک کے بہانے اہل سنت و جماعت کا قتل عام نہ ہوا تھا---- تو اہل سنت و جماعت کے اقتدار کے زمانے میں حرمین شریفین اور دنیائے عرب کے علماء نے امام احمد رضا خاں بریلوی کی علمی اور فکر خیز کتاب "الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" (۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) پر تقاریظ لکھیں اور خوب پذیرائی ہوئی جو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے بانی جناب سید ریاست علی قادری کی کوشش سے ۱۹۸۳ء میں پہلی بار منظر عام پر آئی۔ عرب محققین نے ان تقاریظ سے روشنی حاصل کی چنانچہ جامعہ ازہر شریف، قاہرہ کے فاضل ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ مصری (استاد شعبہ زبان اردو و ترجمہ) نے مندرجہ ذیل عنوان سے ایک مستقل کتاب لکھی:-

"الامام احمد رضا والعالم العربی"

(مطبوعہ لاہور، کراچی ۱۹۹۸ء)

اس طرح امام احمد رضا بریلوی کا نام ۸۰، برس کے بعد دنیائے عرب میں پھر جانا پہچانا جانے لگا۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۹۰۵ / ۱۳۲۳ء میں دوسری بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین کے لئے حاضر ہوئے، علما کرام نے آپ سے فتوے اور سندیں لیں، سابقہ مراسم اور پختہ ہو گئے، امام احمد رضا نے ۱۹۲۱ء میں وصال فرمایا، اس طرح کم از کم ۱۴-برس یہ مراسم رہے اور مراسلت بھی ہوتی رہی چنانچہ امام احمد رضا کے نام مندرجہ ذیل علماء کرام کے عربی خطوط ملتے ہیں:-

(۱) علامہ شیخ عبد القادر کردی

(۲) شیخ الدلائل علامہ شیخ سید اسمٰعیل مکی

(۳) علامہ شیخ مامون البری مدنی۔(۱)

امام احمد رضا بریلوی کے بہت سے عرب خلفاء تھے۔(۲) مکہ مکرمہ کے مندرجہ ذیل خلفاء پر ایک فاضل سید اے۔ ایچ۔ شاہ نے دقیع مقالات قلم بند کئے ہیں:-

(۱) علامہ شیخ احمد خفراوی ہاشمی (م ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء)(۳)

(۲) شیخ عبد اللہ ابو الخیر میر داد (م ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء)

موصوف کے ساتھ ساتھ ان کے والد ماجد شیخ احمد ابو الخیر میر داد اور میر داد خاندان کے ۱۴ علماء کرام کے حالات بھی لکھے ہیں جو فل اسکیپ سائز کے ۸۰ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں---- فاضل موصوف نے امام احمد رضا اور مفتی مالکیہ شیخ حسین مکی الازہری کے خاندان پر بھی سیر حاصل لکھا ہے جو ۱۰۰- صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ امام احمد رضا کے عرب اساتذہ:

★ (سابق ایڈیشنل سیکریٹری، وزارت تعلیم حکومت سندھ)

(۱) شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی۔(۴)

(۲) علامہ سید حسین بن صالح جمل اللیل شافعی۔(۵)

پر بھی فاضل موصوف نے مقالات لکھے ہیں

----فاضل موصوف نے مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں (ابن امام احمد رضا خاں) کے خلیفہ سید محمد بن علوی مالکی بن عباس مالکی (مصنفہ شیخ محمد علی مغربی مترجمہ شیخ افتخار احمد قادری) پر بہت ہی مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔ شیخ محمد بن علوی مالکی (۶) نے اپنی کتاب "الطالع السعید المنتخب من السلسلات واسانید" (مطبوعہ سعودی عرب) میں امام احمد رضا بریلوی کا ذکر کیا ہے(۷)----دنیائے عرب میں اب بہت سی ایسی کتابیں شائع ہو گئی ہیں جن سے امام احمد رضا بریلوی کے عرب اساتذہ، خلفاء اور محبین کے حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں مثلاً

(۱)محمدعلی مغربی : اعلام الحجاز، جدہ ۱۹۸۵ء

(۲)سید انس یعقوب کتبی مدنی : اعلام من ارض النبوۃ، جدہ ۱۹۹۳ء

(۳)حسن عبدالحئی قزاز:اهل الحجاز بعبقهم التاریخی، جدہ ۱۹۹٤ء

(٤)عمر عبدالجبار:سیرو تراجم بعض علمائنافی القرآن الرابع عشر للهجرة،جدہ ۱۹۸۲ء

(٥)ڈاکٹر بکرمی شیخ امین : الحرکته الادبیة فی المملکة العربیة السعودیة، بیروت ۱۹۸۵ء

(٦) زهیر محمد جمیل کتبی مکی : رجال من مکة المکرمه، جدہ ۱۹۹۲ء وغیرہ وغیرہ

غالباً دور جدید میں امام احمد رضا بریلوی پر سب سے پہلے عالم عرب میں پروفیسر محی الدین الوائی (ازہر یونیورسٹی، قاہرہ) نے عربی میں مقالہ قلم بند کیا جو فروری ۱۹۷۰ء میں "صوۃ الشرق" میں شائع ہوا جس میں آپ کے علم و فضل کی تعریف کی گئی ہے۔ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض کے پروفیسر کلیۃ الشریعہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ مرحوم نے فتاوی رضویہ کے عربی فتاوی دیکھ کر حیرت کا اظہار فرمایا تھا ایک اور فاضل نے بھی جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض سے امام احمد رضا پر غالباً ایم۔اے کے لیے مقالہ پیش کیا تھا مگر صحیح معلومات پر مبنی نہیں اس لئے تحقیقی مقالہ نہیں کہا جا سکتا----

سب سے اہم کام ازہر یونیورسٹی، قاہرہ میں ہو رہا ہے، دو حضرات امام احمد رضا پر ایم۔ فل کر چکے ہیں۔ ان میں ایک مولانا مشتاق احمد شاہ ہیں جن کے مقالہ کا عنوان تھا۔

الامام احمدرضا و اثرہ فی الفقه الحنفی

دوسرے مولانا ممتاز احمد سدیدی ہیں جن کے مقالہ کا عنوان تھا:

الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی شاعراً عربیاً

مولانا ممتاز سدیدی (بن علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) کے ایماء پر جامعہ ازہر، قاہرہ کے فاضل ڈاکٹر سید حازم محفوظ مصری (اسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، ترجمہ) سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے رجوع کیا، ۱۹۹۸ء میں امام احمد رضا کانفرنس، کراچی میں ان کو بلایا، انہوں نے ایک وقیع مقالہ پیش کیا، امام احمد رضا کی طرف ان کی خاص توجہ نے جامعہ ازہر میں ایک انقلاب برپا کر دیا، انہوں نے جامعہ ازہر کے اساتذہ اور محققین کو حقائق سے باخبر کیا اور ان سے امام احمد رضا پر لکھوایا۔ اہل سنت وجماعت پر ڈاکٹر سید حازم کا عظیم احسان ہے۔ جو کام برسوں میں نہ ہو سکتا تھا انہوں نے دو تین سال میں کر ڈالا۔ جامعہ ازہر شریف میں امام احمد رضا کے حوالے ہونے والے تحقیقی کام کی

تفصیلات پر ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے ایک جامع رسالہ "امام احمد رضا اور جامعہ الازھر" مرتب فرمایا ہے جو ۱۹۹۹ء میں بزم رضویہ، لاہور نے شائع کیا---ڈاکٹر حازم صاحب نے خود بھی کام کیا سب سے پہلے انہوں نے امام احمد رضا کے عربی کلام کو جمع کر کے "بساتین الغفران" کے عنوان سے چھپوایا (۸)--- پھر ایک تحقیقی مقالہ "الامام الا کبر المجدد محمد احمد رضا خان والعالم العربی "(۹) قلم بند کیا جس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اس کے بعد امام احمد رضا کے ۸۰-ویں عرس پر جامعہ ازہر، قاھرہ سے یادگاری مجلہ شائع کیا جس کا عنوان ہے

"الکتاب التذکاری---مولد الامام احمد رضا خان

(قاھرہ ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)

اس میں عربی اور اردو میں مقالات ہیں۔ عربی مقالات ان حضرات کے ہیں:

(۱) فاضل جلیل ڈاکٹر حسین مجیب المصری (۱۰)

(۲) ڈاکٹر عبد المنعم خفاجی

(۳) ڈاکٹر قطب یوسف زید

(۴) ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس

(۵) ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ

اردو سیکشن میں ان حضرات کے مقالات ہیں:

(۱) ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ مصری

(۲) پروفیسر نبیلہ اسحاق چودھری

(۳) صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ڈاکٹر حازم صاحب نے یاگاری مجلہ کے مقدمہ میں امام احمد رضا پر آئندہ لکھے جانے والے تقریباً ۲۰-مقالات کے عنوانات دیئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ امام احمد رضا پر برق رفتاری سے کام کر رہے ہیں، ڈاکٹر حازم صاحب کا یہ جذبہ اہل سنت کے جوانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ڈاکٹر حازم صاحب نے ایک اور اہم کام کیا ہے۔ امام احمد رضا کے مشہور سلام کو منثور کیا پھر ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے اس کو منظوم کیا، یہ عربی سلام بعنوان:

المنظومة السلامية فی مدح خیر البریة (۱۱)

(مطبوعہ قاھرہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر حازم صاحب ایک اور اہم کام کر رہے ہیں، وہ امام احمد رضا خاں بریلوی کے دیوان حدائق بخشش کا عربی نثر میں ترجمہ کر رہے ہیں اور ڈاکٹر حسین مجیب المصری اس کو منظوم کر رہے ہیں، تقریباً ۴۰۰-اشعار کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے اس منظوم ترجمہ کا عنوان یہ تجویز کیا:

صفوة المدیح (فی النبی و آل البیت والصحابه والاولیاء)

بقول ڈاکٹر حازم مصری:

وبدون ادنیٰ شك عمل علمي كبير

اور اس کا سہرا بھی ڈاکٹر حازم صاحب کے سر ہے کیونکہ ڈاکٹر حسین مجیب المصری سے امام احمد رضا کا تعارف کرانے والے وہی ہیں جس کا موصوف المنظومة السلامية کی تقدیم اس طرح اعتراف کیا ہے۔

ولولاہ ما کان لی ان اعرف ماعرفت ولا اکتب ماکتبت

(ترجمہ) اگر وہ نہ ہوتے میں وہ نہ جانتا جو میں نے جانا اور وہ نہ لکھتا جو میں نے لکھا:

جامعہ ازہر، قاھرہ، کے ڈاکٹر نجیب جمال (استاد زائر کلیۃ اللغات والترجمہ) نے امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کا مختصر انتخاب بعنوان "نظارہ روئے جاناں کا" مرتب کیا ہے جو ۱۹۹۹ء میں رضا اکیڈمی، لاہور نے شائع کر دیا۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر ،صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری اور جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ۱۹۹۹ء میں قاہرہ (مصر) کا دورہ کیا اور وہاں علمی حلقوں میں امام احمد رضا کا بھرپور تعارف کرایا (۱۲)

امام احمد رضا پر عربی اور عربی کے حوالے سے اور بھی کام ہوا ہے (۱۳) مثلاً دارالعلوم اشرفیہ (مبارک پور، اعظم گڑھ) کے استاد کامل علامہ محمد احمد مصباحی کا مقالہ۔

"اضواء علی حیاۃ العلامۃ احمدرضا القادری البریلوی وخدماته العلمیه والدینیه"

جو ادارۂ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد) کے مجلّے الدراسات الاسلامیہ (اپریل ۱۹۸۴ء، ص ۳۱۔۳۹) میں شائع ہوا۔

پروفیسر محمود حسین نے ڈاکٹر عبدالباری (ریڈر شعبہ عربی) کی نگرانی میں مندرجہ ذیل عنوان پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (بھارت) سے ایم فل کیا:

مساهمة الشیخ احمد رضا خان فی اللغة العربیه وادبه

کراچی یونیورسٹی، شعبہ علوم اسلامیہ کے پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری نے امام احمد رضا کے مقالے "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" پر مندرجہ ذیل عنوان سے فاضلانہ مقالہ قلم بند کیا جو بغداد کی ایک علمی مجلس میں تقسیم کیا گیا۔

الخطوط الرئیسیة للاقتصاد الاسلامی

پشاور یونیورسٹی سے ایک فاضل مولانا فیض الحسن صاحب، امام احمد رضا کی عربی خدمات، پر ایم فل کر رہے تھے۔ سید عتیق الرحمٰن شاہ بخاری نے ایک مقالہ لکھا ہے جو شائع ہو گیا ہے۔ عنوان ہے:

"من شعراء العصر الحدیث فی شبه القارة الهندیه" (۱۸۵۶----۱۹۲۱)

موصوف بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد سے مندرجہ ذیل عنوان پر پی۔ایچ۔ڈی کر رہے ہیں۔

"الامام احمدرضا وآثاره الادبیه باللغة العربیه نثراً ونظماً"

یہ ایک طویل نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ الحمد للہ جزیرۂ عرب میں امام احمد رضا کا اثر تھا، اب پھر عود کر تا جارہا ہے، دلوں میں محبت پوشیدہ ہے، جہاں پابندیاں ہیں وہاں بھی محبت کی مہک آرہی ہے ۱۹۰۹ء میں بنگلہ دیش سے کچھ علماء گئے، جب امام احمد رضا کی نسبت سے انہوں نے تعارف کرایا تو مفتی سعد اللہ مکی پھڑک گئے سید محمد بن علوی مالکی نے خوب پذیرائی کی۔(۱۴) ۱۹۹۳ء میں راقم مدینہ منورہ حاضر ہوا تو وہاں بعض حلقوں میں اس نسبت سے جو پذیرائی کی گئی وہ ناقابل بیان ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت کی تاثیر نے تو عیسائی غیر مسلموں کو بھی گرویدہ بنالیا----ڈاکٹر احمد یوسف اندریوز کے مقالے کو دیکھ کر اس تاثیر کا اندازہ ہوتا ہے، جو حضرات امام احمد رضا سے اختلافات رکھتے ہیں ان کو بھی سنجیدگی سے امام احمد رضا کا مطالعہ کرنا چاہیے، مطالعہ ہی غیر محبوب کو محبوب بنادیتا ہے اور سچ کو جھوٹ سے الگ کر دیتا ہے۔ مولی تعالیٰ ہم کو علم وحکمت سے مشرف فرمائے اور علم وحکمت کے چراغ روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) محمد شہاب الدین رضوی: علمائے عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، ممبئی، ۱۹۹۶ء

(۲) محمد صادق قصوری نے اپنی کتاب تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت (کراچی ۱۹۹۲ء) میں امام احمد رضا کے عرب وافریقہ کے ۲۸ خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ (ص ۳۵۔۱۹)

(۳) معارف رضا، کراچی ۱۹۹۹ء ص ۲۰۳-۲۱۵

(۴) معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۶۵-۱۸۹

(۵) ایضاً

(۶) آپ کے صاحب زادے شیخ علوی مالکی ۱۹۹۹ء میں کراچی تشریف لائے، دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی میں طلبہ کو درس حدیث دیا، مختصر تقریر فرمائی، امام احمد رضا بریلوی اور آپ کے صاحبزادے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں سے اپنی روحانی اور علمی نسبتوں کا ذکر کیا اور مہتمم دار العلوم مجددیہ نعیمیہ علامہ مفتی محمد جان نعیمی کو سند حدیث عطا فرمائی، راقم بھی اس محفل میں موجود تھا بلکہ راقم نے ۱۹۹۴ء میں دولت کدے پر مدینہ منورہ میں زیارت کی، اپنے دست مبارک سے علوفہ کھلایا، کتابیں عنایت فرمائیں اور از راہ شفقت و کرم فرغل لباس پہنایا، مسعود

(۷) محمد بن علوی مالکی: الطالع السعید، ص ۹، ۱۰۲

(۸) " بساتین الغفران " رضا دار الاشاعت، لاہور اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے تعاون سے شائع ہوئی۔

(۹) الامام الاکبر المجدد محمد رضا خاں والعالم العربی، رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ۱۹۹۸ء میں شائع کی۔

(۱۰) ڈاکٹر حسین مجیب المصری، مصر کے جلیل القدر استاد اور فاضل ہیں، ۱۹۱۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر (قاہرہ)، جامعہ عین الشمس، (قاہرہ) جامعہ بغداد، جامعہ حلوان وغیرہ میں درس دیتے رہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ، ترکی، ایران وغیرہ کی ۲۶ - جامعات آپ کے علمی فیض سے مستفیض ہوئیں آپ نے گیارہ زبان میں پڑھایا۔ تصانیف میں ۶۸ کتابیں ہیں اردو، عربی، فارسی، میں ۶- دواوین بھی ہیں۔ آپ مختلف ممالک سے اعزازات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ آپ عظیم شخصیت کے مالک ہیں۔ مسعود

(۱۱) یہ سلام منظوم ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک فاضلانہ تقدیم ہے (۷-۷۷) پھر سلام پر گفتگو ہے (۷۸-۱۰۵) اس کے بعد عربی منظوم سلام ہے (۱۰۷-۱۳۶) آخر میں سلام کا اردو متن ہے (۱۳۷-۱۵۰) پھر مراجع ہیں (۱۵۰-۱۵۳)

(۱۲) اس دورے کے تفصیلی حالات ماہنامہ "معارف رضا"، کراچی شمارہ فروری ۲۰۰۰ء کے اداریہ میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں جو صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ قاہرہ میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام کی مزید تفصیلات ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (آفس سیکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا) کی کتاب "امام احمد رضا اور جامعۃ الازہر" (مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء) میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔ مسعود

(۱۳) امام احمد رضا پر تحقیقی کام کی تفصیلات کتاب "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" (مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء) میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔ مسعود

(۱۴) عبد المصطفیٰ اعظمی : معمولات الابرار بمعانی الآثار، لکھنؤ ۱۳۸۴ھ، ص ۲۰، ۳۰، ۲۹۸، ۳۰۶

(۱۵) ماہنامہ "معارف رضا" کراچی شمارہ جنوری، فروری، ۲۰۰۰ء

تصوف اور اعلیٰ حضرت

علامہ مبارک حسین مصباحی ★

خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کی قیادت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی (سیاسی قیادت دینی اور روحانی قیادت۔

۱......سیاسی قیادت عام طور پر ان لوگوں کے حصے میں آئی جن کی جدو جہد اور عمل پیہم کا مقصد محض اقتدار کا حاصل کرنا ہوتا انہیں اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے نہ خوف خدا ہوتا اور نہ شرم نبی، وہ اپنے اقتدار کا تاج محل تعمیر کرنے کیلئے حلال وحرام کا ہر پیمانہ توڑ دیتے تھے، دھوکہ، فریب، عیاری، مکاری، ترغیب و تحریص، ظلم و ستم، وحشت و بربریت اور قتل و خون ریزی لیکن بعض شخصیتیں ان قبائح سے مبرئی ہیں۔

۲......دینی اور روحانی قیادت کی باگ ڈور علماء ربانی اور مشائخ عظام کے ہاتھوں میں آئی، اس جماعت کا سرمایہ حیات خوف خدا، عشق رسول، صبر و توکل، عبادت و ریاضت، اخلاص وللہیت، مجاہد نفس، شب زندہ داری، محاسبہ عمل تزکیہ قلب، تبلیغ اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا----اس گروہ کو بھی اپنے مقصد سے اتنا عشق تھا کہ اس کے حصول کے لئے تن، من، دھن کی بازی لگا کر مشکل سے مشکل ترین محاذ سے گزر جاتے تھے----ان اللہ والوں کے پاس نہ کوئی ظاہری سلطنت ہوتی اور نہ دولت کی فروانی بلکہ بسا اوقات عام انسانوں سے بڑھ کر تنگ دست اور مفلوک الحال ہوتے، لیکن ان کا دائرہ فکر و عمل بہت وسیع ہوتا ان کی حکومت انسانی دلوں کے بجائے انسانی دلوں پر ہوتی یہ لوگ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے مرجع عقیدت ہوتے اور بڑے بڑے فرعون صف سلاطین و حکمراں ان سے خوف محسوس کرتے----

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز----انہیں اساطین علم و معرفت کے فرد فرید اور اپنے عہد میں شریعت و طریقت کے تاجدار تھے۔ آپ زندگی بھر حال و قال اور زبان و قلم سے بنی نوع انسانیت کے عقیدہ و عمل کے صلاح و فلاح کا کارنامہ انجام دیتے رہے ایک طرف آپ نے جاہل اور دنیا پرست صوفیوں اور ان کے بے بنیاد نظریات کا رد کیا اور احسان و تصوف کا چہرہ نکھارا تو دوسری جانب نفس تصوف کو غیر اسلامی گورکھ دھندہ قرار دینے والے جدیدیوں کی بیخ کنی کی اور ان کے رد میں انتہائی دقیع اور مدلل کتابیں تصنیف فرمائیں----

میدان تصوف میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی دہلوی رقم طراز ہیں----

”بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے متعقد مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں در حقیقت طبقہ صوفیہ کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں----انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکے کی کتابیں لکھی ہیں، جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر و تقریر تھیں اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی وشافی نہیں دیئے گئے

★(مدیر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور انڈیا)

تھے، ان کی تصنیفات و تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے---- یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کی تجر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے----

مولانا احمد خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنے چاہیے---- ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں، جن کو سالہاسال صوفیۂ کرام برداشت کرتے رہے، ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے---- جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر، صف شکن، سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے----(۱)

یہ مسلم ہے کہ تصوف قرآن و سنت ہی کی روشنی اور بحر شریعت ہی کی ایک دل آویز موج ہے----

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں----

ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بر دست راست گرفتہ باشد سنت مصطفےٰ ﷺ بر دست چپ و در روشنائی ایں دو شمع می رود، تانہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت (۲)

"اس راہ کو وہی پائے گا جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول ہو، اور وہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شبہے کے گڑھے میں گرے اور نہ بدعت کی تاریکی میں"۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کو قرآن و سنت اور دیگر علوم دینیہ اور عقلیہ میں جو مہارت اور ید طولیٰ حاصل تھا وہ کسی اہل نظر پر پوشیدہ نہیں، اسی لئے امام احمد رضا اسرار تصوف کے شناور اور لعل شب افروز طریقت تھے طریقت و معرفت کے دقیق سے دقیق مسائل میں ارباب طریقت اور خانقاہوں کے سجادہ نشین ان سے رجوع کیا کرتے تھے فتاویٰ رضویہ اور آپ کی دیگر کتب تصوف میں اس کے سیکڑوں شواہد موجود ہیں----

امام احمد رضا نے علوم تصوف نہ کسی درسگاہ میں پڑھے اور نہ کسی خانقاہ میں تزکیہ نفس کی برسوں تک ریاضت کی لیکن کتاب و سنت اور دینی علوم متداولہ کی روشنی سے تصوف کے تمام اسرار و رموز آپ پر آشکارا ہو گئے----امام احمد رضا اپنے عرفان تصوف کے حوالے سے رقم طراز ہیں----

"علم تصوف کہ اس کی انتہائی حد اگرچہ احاطہ عقل میں آنے سے وری ہے اور واصل الی اللہ ہونے کے بغیر وہاں تک نہیں پہنچا جا سکتا، لیکن تعلیم ظاہری کی بدولت یا نظر و فکر میں کوشش کرنے کے سبب یا حسن تدبر اور صحیح سوچ بچار کے ذریعہ جتنا تصوف حاصل ہو سکتا ہے اتنا حاصل ہے----(۳)

یہ ایک سچائی ہے کہ تصوف کے منازل مرشد کامل کے بغیر نہیں کئے جاسکتے یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اعتقادی اور علمی طور پر اصطلاحات تصوف اور مسائل تصوف کی معلومات فراہم کر لے لیکن عمل کے میدان میں مرشد کامل کی نگاہ عنایت اور دستگیری کے بغیر منزل مقصود کو نہیں پاسکتا----اس پر خار وادی میں مرشد کامل کی بیعت واجازت کے بغیر کتنے اہل ریاضت و مجاہدہ آئے اور شیطان کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ گئے----

راہ سلوک کے لئے مرشد کامل کی حاجت کے تعلق سے امام احمد رضا قدس سرہ، کے حسب ذیل ارشادات ملاحظہ فرمایئے امام احمد رضا رقم طراز ہیں----

"قرآن و حدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے، اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائل شریعت ہیں----ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ، مجتہدین ان کی شرح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے----اور علماء کرام اقول ائمہ مجتہدین کی تشریح و توضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشادات ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے----جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن ہے کے دقائق معرفت بے مرشد کامل خود بخود قرآن و حدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے---- یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے، بڑے بڑوں کو شیطان لعین اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچادیا----تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادعا کرے----ائمہ کرام فرماتے ہیں آدمی اگرچہ کتنا ہی بڑا عامل، زاہد، کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں----(۴)

امام احمد رضا قدس سرہ کو بھی مرشد کامل کی حاجت تھی، محب الرسول تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ سے بڑے عقید تمندانہ روابط تھے انہیں کی رہنمائی پر ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی رضا خاں علیہ الرحمہ کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ پہنچے اس وقت امام احمد رضا کی عمر بائیس برس تھے---- خانقاہ برکاتیہ کے تاجدار خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروی نے دیکھتے ہی فرمایا---- آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں، پھر حسب دستور خانقاہ بیعت فرمایا اور اسی وقت خلافت اور تمام سلاسل طریقت اور تمام موروثی اوراد و وظائف کی اجازت بھی عطا فرمادی اور خاندانی موروثی وظیفہ کی صندوقچی بھی عنایت فرمائی----

امام احمد رضا نے اپنے مرشد کے ہاتھ میں صرف ہاتھ ہی نہیں دیا تھا بلکہ جان و دل، ہوش و خرد بھی انہیں کے حوالے کر دیئے تھے ان کی محبت رگ و ریشے میں خون کی طرح سرایت کر گئی، اب ان کا قبلہ دل اور مرکز آرزو صرف اور صرف مارہرہ مطہرہ تھا اور یہی کاملین طریقت کی روش بھی رہی ہے اور معرفت کا قانون بھی----

امام علامہ محمد عبدری مکی شہیر باابن الحاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدخل شریف میں فرماتے ہیں----

مرید اپنے شیخ طریقت کی تعظیم کرتا ہے اور اسکے معاصرین پر فوقیت دے----اس لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جس کو جس میں دیا جائے اسے چاہیے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لے

اسی مدخل شریف میں مزید رقم طراز ہیں----

اس سے یہ مسئلہ طریقت واضح ہو گیا کہ ایک مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے عہد کے تمام مشائخ سے حسن ظن اور عقیدت رکھے لیکن مرکز عشق اور قبلہ دل اپنے پیر ہی کو جانے اور طریقت و معرفت کی منزلیں اپنے پیر صادق ہی کے زیر سایہ طے کرے----(۵) امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اس عارفانہ نقطہ نظر کو بڑے دل آویز وار فتگی و شوق اور سوز و ساز کے پیرایہ بیان میں رقم فرمایا ہے۔ دل و دماغ کی مکمل توجہ سمیٹ کر ذیل کا پیراگراف ملاحظہ فرمایئے----امام احمد رضا رقم طراز ہیں----

"پیر صادق قبلہ توجہ ہے----اور قبلہ سے انحراف نماز کو جواب صاف بآنکہ "اینما تولوا فثم وجہ اللہ فرماتے ہیں پھر بھی طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ حیثما کنتم فولو

اوجوهكم شطر المسجد الحرام----

یہ محل محل تحری ہے ---- اور صاحب تحری کا قبلہ تحری، یا بذا ارباب وفا آقایان دنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کور نمکی جانتے ہیں ----؟

سراینجا، سجدہ اینجا، بندگی اینجا قرار اینجا

پھر احسانات دنیا کو احسانات حضرت شیخ سے کیا نسبت عجب اس سے کہ محبت واخلاص پیر کا دعویٰ کرے اور اس کے ہوتے ایں وآں کا دم بھرے ----

چوں دل بادلیری آرام گیرد
زوصل دیگر کئے کام گیرد
نہی صدوستہ ریحاں پیش بلبل
نخواہد خاطرش جز نکہت گل (۶)

مزید فرماتے ہیں :

فیض پیر من وسلویٰ ہے اور لن نصبر علیٰ طعام واحد کہنے کا نتیجہ براـ فلا تكن اسرائيليا دكن محمد يا ياء تك رزقك بكرة وعشياً---
یاھذا! باپ پدر گل ہے اور پیر پدر دل، مولیٰ معتق مشت خاک ہے اور پیر معتق جان پاک (۷)

امام احمد رضا عشق ووارفتگی جنوں خیز سے سرشار ہو کر اپنے مرشد کامل کی بارگاہ میں عرض کناں ہیں ----

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
منم امیرو جہانگیر و کجکلا یعنی
کمینہ بندہ و مسکین گدائے آل رسول
مرا از نسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا اے رضائے آل رسول

اپنے مرشد کی بارگاہ میں ہدیہ محبت اور خراج عقیدت پیش کرنا اور ذریعہ نجات سمجھنا مرید کے عشق صادق اور سلامتی ارادت کی دلیل ہے، لیکن حیرت واستعجاب میں ڈوب جانے کا مقام یہ ہے کہ ایک پیر کامل اپنے مرید صادق کو سرمایہ آخرت بنائے ---- سنئے تاجدار طریقت خاتم الاکابر مرشد امام احمد رضا حضرت سید آل رسول احمدی مارہروی فرماتے ہیں :

میں متفکر تھا ---- اگر قیامت کے دن رب العزت جل مجدہ نے ارشا فرمایا ---- کہ آل رسول تو دنیا سے میرے لئے کیا لایا تو میں کیا جواب دوں گا ---- الحمد للہ آج وہ فکر دور ہو گئی مجھ سے رب تعالیٰ جل وعلیٰ جب یہ پوچھے گا تو دنیا سے میرے لئے کیا لایا تو میں مولانا احمد رضا کو پیش کر دوں گا ----

خانقاہ برکاتیہ کی ہمیشہ سے یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں عام خانقاہوں کی طرح خلافتیں خالی آفتوں کی طرح تقسیم نہیں کی جاتیں کہ کسی سے کسی قسم کی دنیاوی منفعت نظر آئی اسے پکڑ کر دستار خلافت لپیٹ دی یا سند خلافت دیدی بلکہ بعض مشائخ طریقت بزعم خویش اپنے حلقہ ارادت بڑھانے اور اہل ثروت کو اپنی قربانی کا بکرا بنانے کے لئے خود ہی دلالوں بنام خلفاء کی تلاش میں رہتے ہیں پھر وہ نام نہاد خلفاء اپنے ناموں کے ساتھ خلیفہ شیخ المشائخ حضور فلاں کا سرنامہ لگا کر جاہلوں میں اپنی اور اپنے پیر کی کرامتیں بیان کرتے ہیں اور پھر دن کے اجالے میں آبادیوں پر ڈاکہ ڈال کر نصف لی و نصف لک کارنامہ انجام دیتے ہیں ----

عرض مدعا یہ ہے کہ خانقاہ برکاتیہ میں خلافتیں خوب چھان پھٹک کر، بھرپور ریاضت ومجاہدہ، صفائی قلب اور تزکیہ نفس کے بعد دی جاتی تھیں، پہلے مہینوں اور برسوں حسب حال ریاضت ومجاہدہ شاقہ کے بعد دلوں کا میل کچیل دور کیا جاتا اور پھر کندن بنا کر اجازت وخلافت سے سرفراز کیا جاتا تھا ---- لیکن خلاف معمول امام احمد رضا قدس سرہ کو پہلی ہی ملاقات

میں بیعت و خلافت سے لے کر جملہ اوراد و وظائف اور تمام سلاسل طریقت کی اجازت تک مراحل طے کرا دیئے ----

حضرت خاتم الاکابر کی اس نوازش خسروانہ پر شیخ طریقت حضور ابو الحسین نوری میاں وغیرہ کو حیرت ہوئی تو حضوت خاتم الاکابر نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا----

میاں صاحب! اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں، اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویلہ، ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے ---- یہ دونوں حضرات صاف ستھرے دل سے کر ہمارے پاس آئے تھے ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی (۸)

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ العزیز نے امام احمد رضا کی پاکیزگی دل اور تزکیہ نفس ہی کی شہادت نہیں دی تھی۔ بلکہ احسان و تصوف اور معرفت و حقیقت میں آپ کی گہری بصیرت، کامل رسائی اور مکمل عرفان و آگہی کی بھی سند عطا فرمادی تھی----

حضرت خاتم الاکابر فرماتے ہیں----

"میاں صاحب! میری اور میرے مشائخ کی تمام تصانیف مطبوعہ یا غیر مطبوعہ جب تک مولانا احمد رضا کو نہ دکھائی جائیں شائع نہ کی جائیں،---- جس کو یہ بتائیں چھپے وہ چھاپی جائے جس کو منع کریں وہ ہر گز نہ چھاپی جائے ---- جو عبارت یہ بڑھا دیں وہ میری اور میرے مشائخ کی جانب سے بڑھی ہوئی سمجھی جائے اور جس عبارت کو کاٹ دیں وہ کٹی ہوئی سمجھی جائے یہ اختیارات ان کو بارگاہ نبوی ﷺ سے عطا ہوئے ہیں (۹)

کیا مرشد کامل کے ارشاد گرامی سے تصوف و معرفت میں امام احمد رضا کے فلک پیما مقام بلند کا اندازہ نہیں ہوتا، ظاہر ہے مشائخ خانقاہ برکاتیہ کی اکثر تصانیف تصوف و معرفت ہی کے موضوعات پر نہیں اور ان میں عرفان و تصوف کے ہزاروں مسائل اور معارف ہیں جن کو بلند پایہ ارباب طریقت اور اصحاب حقیقت ہی سمجھ سکتے ہیں ان تصانیف کے حوالے سے مرشد کامل کا مرید صادق پر یہ کامل اعتماد یقین کی سب سے بلند چوٹی سے اعلان کر رہا ہے کہ جب امام احمد رضا بائیس برس کی عمر میں مارہرہ شریف بیعت ہونے کے لئے تشریف لے گئے تھے تو سلوک و معرفت کے تمام مقامات حاصل کر چکے تھے گویا کہ تصوف و معرفت کے تاج محل کی عمارت تیار تھی بس رشتہ محبت جوڑنے کی دیر تھی رگ حیات پر مرشد نے اپنا دست مسیحائی رکھا اور پوری عمارت دل بقعۂ نور بن کر جگمگا اٹھی ---- اور امام احمد رضا پکار اٹھے ----

نور، جاں عطر، مجموعہ آل رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

حوالاجات

(۱) خواجہ حسن نظامی، روزہ خطیب دہلی، مورخہ ۲۲، مارچ ۱۹۱۵ء ص ۱۷۳۔۱۷۴ ج، ش ۱۱

(۲) تذکرۃ الاولیاء ص ۸

(۳) امام احمد: الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ مترجم مطبوعہ بریلی ص ۱۵۱

(۴) امام احمد رضا: نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ ص ۹-۱۰ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی۔

(۵) علامہ محمد عبدی مکی ابن الحاج، مدخل شریف حوالہ نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ ص ۲۵

(۶) امام احمد رضا نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ص ۲۲۔۲۳

(۷) امام احمد رضا نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ص ۲۳۔

(۸) حاشیہ تذکرہ نوری ص ۴۰۔

(۹) قاری امانت رسول، تجلیات امام احمد رضا ص ۳۶ مطبوعہ کراچی۔

فاضل بریلوی

مصادر و مآخذ کے تناظر میں

"کا خصائص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق نعتیہ کلام"

تحریر: ڈاکٹر محمد شریف سیالوی★

مسلمانان برصغیر پاک و ہند گزشتہ ڈیڑھ صدی سے برطانوی استعمار کے تسلط اور جدید علوم کی حیرت انگیز پیش رفت کے باعث فکری انتشار اور فرقہ وارانہ مسائل میں بری طرح الجھ گئے ہیں۔ اس دور کا اہم فکری پہلو یہ ہے کہ جدید علوم سے مرعوبیت کے نتیجہ میں عقلیت پرستی کے رجحان کو تقویت ملی۔ جمہور مسلم جو اب تک اشاعرہ اور ماتریدیہ عقائد پر کاربند تھے اور اہل سنت کے نام سے ممتاز تھے، مختلف عقلی اور فکری تحریکوں کی زد میں آگئے۔ روایت حدیث کے منضبط فن اور علم کو فلسفہ تشکیک کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ انکار حدیث کا فتنہ پیدا ہوا، معجزات و خصائص، کرامات اولیاء اور دینی حقائق از قسم جنت، دوزخ، پل صراط، جنات، فرشتے اور شیطان وغیرہ سے انکار اور عقلی توجیہات و تاویلات کا ایک عجیب سلسلہ شروع ہوا۔ معتزلہ کے اصول تحقیق ایک بار پھر شدومد کے ساتھ متعارف کروائے گئے۔ بعض حلقوں میں مباحث کو یونانی فکر و فلسفہ اور بالخصوص ارسطاطالیسی منطقی طرز استدلال سے ذات و صفات کے حوالے سے عجیب و غریب سوالات اٹھائے گئے مثلاً یہ کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے کہ نہیں، وہ رسول علیہ السلام کی مثل پیدا کر سکتا ہے یا نہیں، یہ مسائل موضوعہ جن کا عمل سے کچھ تعلق نہیں ہے علماء کے ہاں سے نکل کر عامتہ الناس میں بیان کیے جانے لگے جس سے ایک خوفناک فکری خلفشار پیدا ہو گیا۔ قرآن، حدیث، فقہ اور تصوف کے نصوص کی تعبیر و تشریح کے معیارات اور اصول و ضوابط میں اختلاف فکر سے کئی متعارض بلکہ متحارب گروہ اور فرقے وجود میں آئے۔

فکر و نظر اختلاف کوئی بری چیز نہیں ہے، یہ ایک فطری عمل ہے افسوسناک پہلو صرف یہ ہے کہ افکار کی اس آویزش سے بالخصوص خصائص مصطفےٰ علیہ السلام کے موضوع پر وارد احادیث و آثار کی نقد و جرح میں افراط و تفریط، انتہا پسندی اور گروہی تعصبات کے سبب تحقیق مسائل میں زبان میں وبیان اور لب لہجہ میں بے احتیاطی برتی گئی اور یہ تک نہ سوچا گیا کہ اس انداز فکر سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بے ادبی اور شان رسالت میں تنقیص لازم آئے گی اور نتیجۃً ملت دولت یقین سے محروم اور جذبہ محبت رسول علیہ السلام میں قاصر رہے گی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا اس پر فتن دور میں بنیادی کردار یہ رہا ہے کہ انہوں نے شان رسالت کا ہر مرحلہ پر دفاع کیا، علوم ماثورہ کو بھرپور تحفظ دیا، تعلق بالرسول علیہ السلام کے لئے جذبہ محبت کو فروغ دیا، یقین و ایقان کے گلشن آباد کیے، احادیث کے ایک بہت بڑے سرمایہ کو عوام الناس تک پہنچایا فاضل بریلوی نے اصولی محدثین کے معیارات نقد کے استناد کے ساتھ اشعری عقائد کو حیات تازہ بخشی اور ملت کو سلف صالحین کے طریقہ پر گامزن کرنے کی تجدیدی کوششوں میں کامیابی پائی۔

فاضل بریلوی ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کے شاگرد علامہ ظفر الدین بہاری نے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے، آپ کا علمی شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے جو ضخیم جلدوں میں جدید اصول تحقیق کے ساتھ لاہور سے شائع

★(چیئرمین، شعبہ عربی، بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان)

ہوا۔ خصائص و معجزات مصطفیٰ ﷺ کا بیان تو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا خاص موضوع تھا اور یوں آپ کی کوئی بھی تصنیف شان رسالت کے بیان سے خالی نہیں لیکن کچھ رسائل ایسے بھی ہیں جو اس موضوع کے ساتھ مختص ہیں۔

صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ، نفی الفئی عمن استنار بنوره کل شئی، قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ، هدی الحیران فی نفی الفئی عن سید الاکوان ،الأ من والعُلی ، الزبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیة ، منیر العین فی تقبیل الابهامین ، شمول الاسلام لأ صول الرسول الکرام، فاضل بریلوی کو علوم حدیث میں کمال دسترس حاصل تھی، صحاح ستہ، کتب ستہ اور کتب شمائل کے علاوہ علمی سرمایہ کے مصادر بالخصوص خصائص مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے درج ذیل ہیں :

دلائل النبوة للبیهقی،مواهب لدنیه للقسطلانی،افضل القری لابن حجر مکی، مطالع المسرات للعلامة الفاسی،شرح مواهب للزر قانی،تاریخ الخمیس لدیار الکبری،مدارج النبوةللشیخ عبدالحق الدهلوی، الحدیقة الندیة لعبدالغنی النابلسی، الهمزیةالام البوصیری ، کتاب الوفاء لابن الجوزی،الخصائص الکبری للسیوطی،انموذج الحبیب للسیوطی، کتاب الشفاء للقاضی عیاض،نسیم الریاض لشهاب الدین الخفاجی،مثنوی لمولانا روم، سبل الهدی والرشاد للعلامة الشامی،السیرة الحلبیة لعلی بن برهان الدین الحلبی، الفتوحات الأ حمد یة شرح همزیة لسیلمان جمل،مجمع بحار الأ نوا ر للشیخ محمد طاهر الفتنی،مکتوبات للامام مجددالف ثانی، الحاوی للفتاوی للسیوطی،شرح الشمائل الترمذیة للملاعلی القاری،المیزان لعبد الوهاب الشعرانی

خصائص و معجزات مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر فاضل بریلوی کے محولہ بالا مصادر وماٰ خذ میں علامہ سیوطی کی کتابیں سرفہرست ہیں ۔اس موضوع پر فاضل بریلوی نے منقول روایات میں علامہ سیوطی پر مکمل اعتماد کیا۔علامہ سیوطی کی کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے نثر اور نظم دونوں میں ، بھر پور اقتباس کیا ہے اور تقریباً ہر شعر میں ''خصائص الکبریٰ'' کی طرف اشارے ملتے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے ''خصائص الکبریٰ'' ہی آپ کی نعتیہ شاعری کا بنیادی مأخذ ہے۔ محققین کے لئے علامہ سیوطی اور فاضل بریلوی کے درمیان مماثلت کا موضوع دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ دونوں حضرات میں متعدد پہلوؤں سے یکسانیت پائی جاتی ہے عقائد میں، علم روایت حدیث میں ، فقہی اور کلامی مسائل کے منہج تحقیق میں کثرت تالیفات میں ،وغیرہ وغیرہ،اس تناظر میں اگر فاضل بریلوی کو سیوطی ہند کا لقب دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

معجزات و کرامات اور خصائل و فضائل کے حوالے سے روایات کی اچھی خاصی تعداد آحاد پر مشتمل ہے۔ فن حدیث میں صحت و ضعف کے لحاظ سے احادیث کے کئی مراتب اور انواع ہیں ۔ محدثین اور علماء اصول نے بڑی محنت سے بلحاظ مراتب احادیث آحاد سے طرق استدلال ،اثبات احکام اور افادہ فضائل کے اصول و قواعد وضع کئے۔

یہ درست ہے کہ خصائص سے متعلق احادیث احاد

زیادہ تر قبیلہ ضعاف سے تعلق رکھتی ہیں محدثین جو اپنی اصطلاح میں بات کرتے ہیں تو ان کے بیانات مثلاً یہ حدیث صحیح نہیں، اس باب میں کوئی صحیح حدیث ہم تک نہیں پہنچی، یہ حدیث منکر ہے، یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کا راوی مجہول ہے، وغیرہ سے علمی مغالطہ دے کر تأثر یہ دیا جاتا ہے کہ ایسی حدیث موضوع ہے نا قابل اعتبار ہے اور مطلقاً توجہ کے لائق نہیں حالانکہ ضعیف اور موضوع میں زمین و آسمان کا فرق ہے، حدیث موضوع تو سرے سے حدیث ہی نہیں ہوتی حدیث کا اسے نام دینا مجازاً ہے، اس کے مقابلہ میں حدیث ضعیف حدیث رسول ﷺ ہے گو کہ وہ مرتبہ استدلال میں مؤخر ہے اور یہ کہ وہ اثبات احکام میں مفید نہیں لیکن علماء کی غالب اکثریت فضائل کے باب میں حدیث ضعیف کو قبول کرتی ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "الہاد الکاف فی حکم الضعاف" تصنیف فرمایا آپ کی دوسری کتاب "منیر العین فی تقبیل الابہامین" بظاہر انگوٹھے چومنے کے موضوع پر ہے لیکن فی الواقع یہ کتاب اُصول حدیث میں احادیث ضعیفہ کے استناد پر تحقیق کا شاہکار ہے۔

ان ہر دو کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اُصول حدیث میں بھی علامہ سیوطی پر زیادہ انحصار کرتے ہیں۔ وہ علامہ سیوطی کے مداح ہیں انہیں فن حدیث میں امام جلیل اور خاتم الحفاظ مانتے ہیں۔ بطور نمونہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے چند اشعار، علامہ سیوطی کی کتاب الخصائص الکبریٰ کے تناظر میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

دیکھئے خصائص کبریٰ (اردو ترجمہ) ۱/ ۱۳۷

۲۔ بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیاء آتش پہ پانی پھر گیا

دیکھئے خصائص الکبریٰ: ۱/ ۱۳۱

۳۔ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

دیکھئے خصائص کبریٰ: ۱/

۴۔ رجعت شمس اور شق قمر سے متعلق فاضل بریلوی کا انداز ملاحظہ ہوں:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجا پھٹ گیا

ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو، کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفےٰ پیارے کی قدرت دیکھو، کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو پھیر لیا، یہ تاب و تواں تمہارے لئے

مولی علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

ان ہر دو معجزات کے لئے دیکھئے خصائص کبریٰ: ۱/ ۲۸۱، ۲۸۲، ۲/ ۱۹۱

۵۔ میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جس سے اتنے کافروں کا دفعتہ منہ پھر گیا

دیکھئے خصائص کبریٰ: ۱/ ۳۸۳

۶۔ ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں

سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
دیکھئے خصائص کبری: ۲/۷۷

۷۔ ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پہ سلام جن کو تحیت شجر کی ہے
سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے ترزبان درخت وحجر کی ہے
دیکھئے خصائص کبری: ۱/۲۳۰، ۲۳۱

۸/ اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جنکی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں
دیکھئے خصائص کبری: ۱/۲۲۰، ۲/۱۰۰

۹۔ چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے
دیکھئے خصائص کبری: ۲/۱۹۱،

۱۰۔ کیوں جناب بوھریرہ تھا وہ کیا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا
دیکھئے خصائص کبری: ۲/۱۴۱، ۱۲۲

۱۱۔ انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پہ آتی ہے جب غمخواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
دیکھئے خصائص کبری: ۱/۵۱۲-۵۱۸

۱۲۔ ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شتران ناشاد گلہء رنج و عنا کرتے ہیں
دیکھئے خصائص کبری: ۲/۱۴۸، ۱۴۹، ۲/۱۴۰-۱۴۴

۱۳ جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دیئے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے
دیکھئے خصائص کبری: ۱/۱۸۰، ۱۸۱، ۲۸۱، ۳۱۲

حدائق بخشش اور خصائص الکبریٰ کے تقابلی مطالعہ سے مذکورہ بالا اشعار اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری بالخصوص جس کا تعلق خصائص و معجزات کے ساتھ، اس کا معتدبہ حصہ علامہ سیوطی کی کتاب خصائص الکبریٰ سے مأخوذ ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" جسے اللہ نے بڑی مقبولیت بخشی اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ جس سے روحانی تازگی حاصل کرتے ہیں، اس کے جملہ مندرجات سیرت کی معتمد اور مستند کتابوں سے مأخوذ ہیں۔ علامہ محمد خان قادری نے "شرح سلام رضا" میں اکثر مصادر کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور اپنی امت کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت اور مہربانی کے مظاہر کا ایمان افروز بیان جو حدائق بخشش میں ملتا ہے اس کا سب سے بڑا مأخذ اور منبع علامہ سیوطی کی ایک معروف کتاب "البدور السافرة فی أمور الآخرة" ہے۔ اس حوالے سے فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام کا مطالعہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی کارناموں میں علامہ سیوطی کی کتابوں کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔ دونوں حضرات میں تبحر علمی، کثرت تالیف کتب، اشاعرہ کے عقائد کی ترویج، سلف صالحین کے طریقہ کی اتباع اور دیگر متعدد حوالوں سے یکسانیت اور مماثلت پائی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علامہ سیوطی کے حوالے سے فاضل بریلوی کے افکار کا مطالعہ محققین کیلئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(یہ مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۹ء کراچی میں پڑھا گیا)

مولانا احمد رضا واللغة العربية

بقلم: دکتور حسین مجیب المصری ★

بقلم الدكتور حسين مجيب المصرى

من نافلة القول أن نذكر بأن اللغة العربية كانت وما يزال وسوف يكون لها فى شبه القارة الباكستانية الهندية من علو القدر وسمو المنزلة ما ليس لغيرها من لغات الأمم الإسلامية وغير الإسلامية . فليس بخاف أن ذلك معزوم فى المقام الأول إلى أنها لغة كتاب الله المبين . فكل عالما وكل كاتب وشاعر فى بلد إسلامى لم تكن له ممدوحة عن أن يكون على علم باللغة العربية بقطع النظر عن مقدار تحصيله لها أو كتابته أو نظمه بها .

إن عناوين التراث الإسلامى فى البلاد الإسلامية جلها أو كلها باللغة العربية ، بل والخطوط التى نشاهدها على قبور السلاطين والعظماء بالعربية والتواريخ المنظومة التى تكتب على المساجد والسبل وغيرها بهذه اللغة ، وما ذاك إلا أن التعبير بها اعتزاز بها وبالتالى اعتزاز بالدين الحنيف التى عبرت عن أحكامه وأصوله . ونحن لا نعدم قواطع الأدلة على ما نذهب إليه .

وشبه القارة الباكستانية الهندية منذ أن غمرها ظهور الإسلام كان أهلها منذ بدايتهم الأولى مهتمين كل الاهتمام بتحصيل اللغة العربية إبان دراستهم للكتاب المبين والشرع الشريف ، وبذلك اقترنت فى وثاقة بالدين ، ولم يكن فى الإمكان على حال من الحال أن تنفصل عن الدين ، وما استطاع من يدرس دينه دراسته صحيحة عميقة أن يكون فى غنية عن العلم باللغة العربية وعلى ذلك كان الاهتمام بتحصيل لغة الضاد عند رجال الدين على الأخص. وفى كل عصر من العصور وجد من رجال الدين من يعالجون نظم القريض فى لغة الضاد ، وهذا من الدليل على أنهم حذقوا هذه اللغة بفضل من ترديد نظرهم فى كتب الدين على اختلافها ، ونقصد بذلك كتب الحديث الشريف والشرع إضافة إلى تفاسير القرآن المجيد .

فما كان بدع أن يكون مولانا أحمد رضا خان فى طليعة من كان له قلم فى النثر العربى الرصين وقدرة على تأليف كتب الدين العربية التى عرفها المسلمون أو أكثرهم . وبهذه

★ (استاذ بکلیۃ الآداب من جامعۃ عین شمس، قاہرہ، مصر)

المناسبة يرد على الخاطر قول إقبال الذى درس اللغة العربية ، إنه كان يود لو استطاع أن ينظم الشعر فى العربية كما نظمه بالفارسية والأردية .

إن إقبالا عرف أنه أخرج معظم كتبه منظومة بالفارسية رغبة منه فى أن يكون لها السيرورة على النطاق الأوسع فشاء أن ينظم بها ليطلع عليه من يقرؤون الفارسية فى إيران وأفغانستان وشبه القارة ما من شأنه أن يتسع نطاق المطلعين على كتبه .

ونلتفت بعد ذلك إلى مولانا أحمد رضا خان ، لقد عرفناه منذ بدايته الأولى وهو يجلس مجلس التلميذ من أبيه شديد الولوع لتحصيل اللغة العربية ، ولعله تأثر فى ذلك بأبيه نظر إليه مثالا يحتذى ، فقد كان لأبيه باع وقدم راسخة فى العربية وبلغ من اهتمامه بها وبنشرها أن أسس مدرسة لتعليمها تسمى " مصباح العلوم ". إن العنوان نفسه لا شك متأثر بحماسته لأنه يرى أنها تلقى الضوء على ما لا ينبغى أن يغيب عن الأبصار والبصائر فى الظلام . لقد رآها تكشف عن كنوز من التراث الإسلامى الدينى على الأخص .

لقد كتب مولانا أحمد رضا خان أغلب كتبه الدينية بلغة العرب التى أتقنها أيما إتقان ولم يكن قد زايل شبه القارة ، والظن أن أروع ما جرى به قلمه فى النشر العربى مقدمة كتابه العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية ، جاء فيها قوله : " الحمد لله هو الفقيه الأكبر ، والجامع الكبير لزيادات فيضه المبسوط ، الدرر الغرر ، به الهدايا ، ومنه البداية ، وإليه النهاية ، بحمده الوقاية ، ونقاية الدراية ، وعين العناية ، وحسن الكفاية ، والصلاة والسلام على الإمام الأعظم للرسل الكرام ، مالكى وشافعى وأحمد الكرام ، يقول الحسن بلا توقف ، محمد الحسن أبو يوسف ، فإنه الأصل المحيط لكل فضل بسيط ، ووجيز ووسيط ، البحر الزخار ، والدر المختار ، وخزائن الأسرار وتنوير الأبصار ، ورد المختار ، على منح الغفار ، وفتح القدير ، وزاد الفقير ، وملتقى الأبحر ، ومجمع الأنهر ، وكنز الدقائق ، وتبيين الحقائق ، والبحر الرائق ، منه يستمد كل نهر فائق ، فيه المنية ، وبه الغنية ، ومراقى الفلاح ، وإمداد الفتاح ، وإيضاح الإصلاح ، ونور الإيضاح ، وكشف المضمرات ، وحل المشكلات ، والدر المنتقى ، وينابيع

المبتغى ، وتنوير البصائر ، وزواهر الجواهر ، البدائع النوادر ، المنزه وجوبا عن الأشباه والنظائر مغنى للسائلين ، ونصاب المساكين ، الحاوى القدسى ، لكل كمال قدسى وانسى ، الكافى الوافى الشافى ، المصفى والمصطفى المستصفى ، المجتبى المنتقى الصافى ، عدة النوازل ، وأنفع الوسائل ، لإسعاف السائل ، بعيون المسائل ، عمدة الأواخر وخلاصة الأوائل ، وعلى آله وصحبه ، وأهله وحزبه ، مصابيح الدجى ، ومفاتيح الهدى ، لا سيما الشيخين ، الصاحين ، الآخذين من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين ، والختنين الكريمين ، كل منهما نور العين ، ومجمع البحرين ، وعلى مجتهدى ملته وأئمة أمته ، خصوصا الأركان الأربعة ، والأنوار اللامعة، وابنه الأكرم ، الغوث العظم ، ذخيرة الأولياء ، وتحفة الفقهاء ، وجامع الفضولين ، فصول الحقائق والشرع المهذب بكل زين ، وعلينا معهم ، وبهم ولهم يا ارحم الراحمين ، آمين آمين ، والحمد لله رب العالمين " .

وبالنظر فى هذا النثر الفنى يتبين لنا انه يتسم بالسلاسة والكلام فيه ينحدر فى ماء واحد آخذا بعضه برقاب بعض دونما تكلف أو إقحام . أن جمله قصار على غير ما نصادف فى النصوص العربية المنسوبة إلى العرب ، وسجعه يأتى عفوا والمعنى فى ظاهر اللفظ يدرك من غير كد للذهن وإعنات للروية . انه خلو من البديع المتكلف لا إفراط فيه فى الصناعة ، تلك الصناعة التى غالبا ما تطمس المعنى وتصرفه عن وجهه وتجعل الكلام تلعبا بالألفاظ يهمل فيه اللفظ ، فاللفظ على قدر المعنى لا يكلف الكاتب اللفظ ما لا يحتمل من المعنى . والترتيب بعد ذلك على شعره العربى نورد المثال منه ونمعن النظر فيه .

أن لشاعرنا ديوان كبير تحت عنوان " بساتين الغفران " وهو ما جمعه حازم محفوظ - ويستدل من عنوان الديوان على نوعية محتواه من الشعر ، فهو مديح فى الرسول ﷺ وآل بيته وصحابته رضى الله عنهم وكذا فى مدح أولياء الله ومشاهير معاصريه من رجال الدين ، فهو من نمط الشعر الدينى ، صحيح النسبة إلى صاحبة ، وهو فقيه من أهل التقوى والورع . وهنا نجد دليلا ندعم به ما سلفناه ذكره قائلين أن التعبير شعرا ونثرا بالعربية كان يرجع فى

الأعم الأغلب إلى الدين القويم . أما أن يقصر مولانا أحمد رضا خان ديوانه العربى على مدح الرسول وآله وصحابته وأولياء الله ورجال الدين فيدل على بث الصلة بين اللغة العربية والدين الإسلامى وشيوخه . وهنا نتبين فضلا لمولانا أحمد رضا خان . انه بتعبيره باللغة العربية جعل كتبه أو دعوته الإصلاحية الإسلامية على نطاق هو النطاق الأوسع ، مما جعله الداعية الإسلامية الحق والفقيه والمفتى الذى يسر الله له أن تكون له الشهرة فى بلاد الإسلام والفضل فى تعميم الفكر الإسلامى الصحيح عند المسلمين من علماء وغير علماء على حد سواء .

يقول مولانا أحمد رضا خان فى الصلاة على النبي ﷺ :

وصلاة ربى دائما وعلى	خير البرية سيد الأكوان
صلى المجيد على الرسول وفضله	ومحبه ومطيعه بحنان
صلى عليك الله يا ملك الورى	ما غرد القمرى فى الأفنان
صلى عليك الله يا فرد العلى	ما اطرب الورقاء بالألحان

إنه يعبر فى هذه الأبيات عن عاطفته نحو الرسول ﷺ بالصلاة عليه . انه لا يصيب صفته ، بل حسبه أن يفصح عن محبته له ، ويريد أن تكون الصلاة عليه إلى أن يرث الله الأرض وما عليها ، ويصور هذه الديمومة بهديل الحمائم على الأغصان ، فإنها لا تكف عن هذا من هديلها ما دام فى البستان أغصان ، وللبساتين دوام البقاء ما دام للأرض هذا الدوام . انه يريد أن يشرك الناس قاطبة فى الصلاة على النبى .

كما يقول متوسلا به ﷺ :

الحمد للمتوحد	بجلاله المتفرد
وصلاة مولانا على	خير الأنام محمد
فالى العظيم توسل	بكتابه وبأحمد
وبمن أتى بكلامه	وبمن هدى وبمن هدى

وبطيبة وبمن حوت	وبمنبر وبمسجد
وبكل من وجد الرضا	من عند رب واحد
قرآننا قرباننا	والله اقرب شاهد
وأدم صلاتك والسلا	م على الحبيب الأجود
وأجعل بها أحمد رضا	عبدا بحرز السيد

إنه يلوح به متوسلا إليه على أنه الشفيع المشفع عليه الصلاة والسلام ، وهذا يستدل منه على فرط تعلقه بمحبته . ويستطرد به السياق إلى ذكر المدينة المنورة وفيها من آل بيته وصحابته . كما أنه يأمل أن يستجيب الله دعاءه ، ويجعل ذكر الكتاب المبين وسيلته إلى ذلك، كما يستحلفه بالروح الأمين عليه السلام ، والمنبر والمسجد ، وبكل مؤمن موقن فى مرضاة الله. ويريد للصلاة على النبى دواما بغير منتهى .

وللسياق أن يمضى بنا إلى توسل الشاعر بالإمام محى الدين عبد القادر الجيلانى ، أملا فى أن يؤيده فى دعاءه الذى يتوق إلى أن يكون مستجابا . إنه يعتز إلى أبعد مدى بهذا الشيخ ويردد مدحه فى ديوانه العربى والأردى ، وها هو ذا يقول فيه رضى الله عنه:

حمدا يا مفضل عبد القادر	يا ذا الأفضال
يا منعم يا مجمل عبد القادر	أنت المتعال
مولاى بما مننت بالجود عليه	من دون سؤال
امنن وأجب سائل عبد القادر	جد بالآمال

وبالنظر فى هذا الشعر العربى نلتفت فى التو إلى أنه من نمط مغاير لما نعهد من أنماط الشعر العربى ، فهو من النمط المعروف فى الفارسية بالمستزاد ، وفيه تزاد بضع جمل أو ألفاظ على كل شطر فيه ، ولا بد أن تكون فى وزنها ورويها كالشطر الذى سبقها . ويعنينا من هذا

الشعر أنه يشير إلى منزلة عبد القادر الجيلانى شيخه الموقر ، فيذكره بكل جميل ويضفى عليه ما يضفى من توقير وتقدير . ولا غرو فهو يأخذ أخذه فى طريقته ، وهذا هو الحقيقة التى نسعى إلى تمثلها من إيراد ذلك المثال من شعره فى شيخه ، كما أنه فى منظومته السلامية يمدح عبد القادر الجيلانى فى معرض مدحه للأولياء ، وهو القائل :

فمتى تلوذ بجاهه وتقول يا	الله يا رباه يا حنان
يا حق يا سبوح يا قدوس يا	من لا يسوغ لغيره سبحان
كم نعمة أوليت ما أنا أهلها	ومنحت مجانا بلا أثمان
وأجلها دين النبى المصطفى	والاعتصام بحبل سبع مثانى
أيقظتنى وأمنتنى وعصمتنى	مما يسئ بأعين ترعانى
وإذا تجلى نور حسن المصطفى	يوم الجزا فأرم به أعيانى
أرنى إذا قمرا تضاءل دونه	كل الكواكب واختفى القمران

فهذا ما يعرف فى فنون الشعر بالابتهال ، والابتهال أخص من الدعاء فى حديث شريف (إن الدعاء مخ العبادة) ولكن الابتهال فى نظرنا أخص من الدعاء ، لأنه الدعاء إلى الله بإخلاص واجتهاد وتضرع .

والمعنى لا غبار عليه ومعلوم أن الابتهال رغبة فى الإشارة إلى ضعف الإنسان أمام قدرة الرحمن ، وأن المبتهل إنما يعتقد الأمل بغفار الذنوب وذلك من فرط محبته له ، إنه يلوذ به فى محنته ، ويريد أن يكشف كربته ، وعليه فهو لون من التعبير عن عاطفة المؤمن الموقن الذى يأمل من ربه أن يغتفر له السيئات ويحط ما فرط منه فى جنبه ، وهذا مظهر لتمام الإيمان وذروة التقوى . ويجرى نفس المجرى قوله :

إلهى تجاوزت عن سيئاتى	وأمنتنى إذ تشيب الذوائب
فإنى عبيد فقير ذليل	وأنت الكريم الجلى المواهب

جد لى يجعلى كأسماء أصلى　　　نقيا رضيا سعيد العواقب

إنه فى هذا الشعر يذكر أباه مولانا محمد نقى على خان وجده مولانا محمد رضا على خان ، وجده الأعلى سعيد الله خان ، كأنما يطلب الرحمة لهم جميعا معه فى دعاء وابتهال.

وله رثاء فى كثير من أقطاب التصوف الذين جلس منهم بمجلس التلميذ فسمع منهم وأخذ عنهم ، ومنهم الشيخ السيد آل رسول المارهروى :

خذ التاريخ فى التوشيم نظما　　　يلوح كأنه البدر المنير
وخذ من كل قطر مثل سطر　　　تكن ستا وليس له نظير
ولى طاهر بر إمام　　　وصول طيب بدر أمير
وحيد طائع بحر إمام　　　ودود طائب بدل أجير

ويلحظ على رثائه أنه لا يركب الشطط فى المبالغات التى نصادفها فى الرثاء ، كقول بعضهم أن السماء تمطر دما ، ولا أن أركان الدنيا تهدمت ، ولا أن البحار جرت دموعا – مثلا – فهذه مبالغات مرذولة إذا وضعناها فى قسطاس الذوق ، كما أنه شعر فى التاريخ ، وهذا ما جرت به عادة الشعراء فى حين يرغبون فى تأريخ وفاة عظيم .

ونلتفت بعد ذلك إلى ما طلب منه بعض أهل العلم الذين أخرجوا كتبا دينية بالأردية، فرغبوا إليه أن يكتب لها تاريخا ، فنزل على رغبتهم ، إلا انه نظم تاريخا بالعربية ، والنظم بالعربية فى مثل هذه المناسبات من الدليل على أن الشاعر يريد الإعظام والإجلال ، وذلك بتعبيره بلغة كتاب الله المبين ، ولقد عرف عنه انه كان حاضر البديهة إلى حد بعيد فى التاريخ، فينظمها عفو الخاطر . قال فى تاريخ كتاب بعنوان : " العسل المصفى فى عقائد أرباب سنة المصطفى " :

اكرم بنار ضوءها يجلو الدجى　　　من أحمد النورى جاء مبينا

نور الهدى مجر التقى بدر النقى	أضحى له حفظ الإله معينا
من آل من رضى البلا فى كربلا	من أن من خلق الحسين حسينا
يا قوم هذا الحق ، هذا المنتقى	هذا النجاة أن اتخذتم دينا
عسل مصفى باليقين فلم يذر	بذواقة ظنا ولا تخمينا
قال الرضا أرخ رسالة سيدى	هذا هو الحق الصريح مبينا

وصاحب هذا الكتاب هو الشيخ أبو الحسين أحمد النورى الملقب بميان صاحب القادرى . إن الشاعر يشير إلى نسبه وحسبه لأنه متصل النسب بالإمام الحسين رضي الله عنه ويلمح إلى إنه رضي البلاء فى كربلاء ، ولا عجب فى ذلك فإن واقعة كربلاء ومصرع سبط النبى ﷺ فيها جعل المسلمين أجمعين دوما على ذكر منها.

إن شاعرنا يميل إلى ذكر الصفات تكرارا وذلك ما يستدعى النظر فى شعره العربى على الأعم ، وكأنما يريد بذلك تقوية ما يقصد إليه من معنى ويحتمل أن يكون راغبا فى التباهى بما فى جعبته من ألفاظ عربية ليؤكد أنه يملك ناصية لغة الضاد.

أما فن المديح فله فيه شعر ، إلا أنه لم يمدح عظيما طلبا للزلفى ، ولا أملا فى نوال ، فقد عفت نفسه عما لم تعف عنه نفوس الكثرة الكاثرة من الشعراء . وآية ذلك ما قيل أن أحد أمراء شبه القارة استدعاه ليمدحه غير أنه أبى ذلك وكرهه كل الكراهية وما قبل أن ينقل خطاه إلى قصره .

لقد قصر مديحه على الأولياء وصفوة العلماء ، وهذا ما نقع عليه فى ديوانه الأردى على السواء . لقد مدح ما يربو على عشرين من أهل العلم والفضل ، مثال ذلك قصيدة طويلة عصماء تحت عنوان : آمال الأبرار وآلام الأشرار ، قال فيها :

بمجلسهم تحف طيور قدس	ولا يشقى بهم لهم قعيد
إذا حلوا تمصرت الفيافى	وحين ترحل الأمصار بيد

أسمى بعضهم أسماء نظمى — وليس الكل يحتمل النشيد
بقية الأولياء أمين أحمد — أمين أحمد أمن حمود
شمائله تذكرنا الصحابة — سجائبه على كل تجود
وقدوة جمعهم تاج الفحول — أمام الحق ليس له نديد
وما أدراك ما تاج الفحول — بفضل المجد فضله المجيد
وعبد سيد صدر الفضائل — بذى صمد إلى الصمد استفيدوا
ومن للحق إن تنسب تقل إذ — نصير ذا وحيد ذا شهود
غلاما للحسين وللمظفر — عزيز الدين ذا عز يسود
وعبد المقتدر أقدرت قدره — رفيع فوق ما اغتاظ الحسود

إنه يجمع عددا جما من أهل العلم والفضل والدين ويخص كل منهم بعدد من الأبيات ، والملحوظ أنه لا يمدحهم إلا بالتقوى وغزارة العلم ، وبذلك يخرج عن المألوف المعروف فى المدائح ، وهو الوصف بالكرم أو الشجاعة وما إلى ذلك ، فهذه نوعية من المدائح يختص بها وكأنما أراد أن يجعل لهؤلاء العلماء والفضلاء سجلا فى قصيدته التى تجمعهم.

واتفق أن علماء أهل السنة قدموا من أرجاء البلاد واجتمعت كلمتهم على أن يلقبوا مولانا أحمد رضا بالمجدد ، وقد لزمه هذا اللقب الذى عرف به بين أهل زمانه وإلى يومنا هذا .
وقد اعتز بهذا اللقب إلى حد أن شكر الله على نعائمه فمنح ولكن فى تواضع جم ولم يقل إلا حقا ولم يذكر ضمير المتكلم كأن يقول :

وعالم أهل سنة مصطفانا — مجدد عصره الفرد الفريد
وأسفار بها إسفار صبح — متى يطلع فذا عيد سعيد

وفى أخرى يضرب على الوتر نفسه ولكنه يتجه بالكلام إلى نفسه وكأنما وجد دافعا يدفعه إلى الرغبة فى المزيد فيقول :

مه يا رضا يا ابن الكرام الأتقيا ... يا غرس دوح العلم والإتقان

دع عنك هذا لست أهل بطالة ... وانهض إلى ما كنت فيه تفانى

إن المعنى الذى يقصد إليه فى هذا المثال وسائر شعره معنى لا غبار عليه . وله ولع مرموق بالبديع وهذا ما نعهد فى شعر الأعاجم الذين يعجبون بمظاهر البلاغة فى شعر العرب . ويستخدم فى أحايين ألفاظا غير مألوفة يستمدها من محفوظة من اللغة العربية ، ولكنه فى استخدامه لها يختلف عن استخدام أهل اللغة العربية ، فهى صحيحة فصيحة .

وبالذكر حقيق أن ديوانه العربى الذى بين أيدينا لا يحوى كل ما نظم مولانا أحمد رضا فى العربية ، ومازلنا نقع على جديد ومريد ، مثال ذلك ما قام جامع الديوان بنشره فى كتاب له تحت عنوان : " محمد أحمد رضا خان والعالم العربى " . منها سبع أبيات يمدح فيها أباه وجده والإمام عبد القادر الجيلانى ، كما أنه فى بيتين آخرين يتحدث بنعمة الله عليه . وتلك الأبيات ترشد إلى نوعية مدحه الذى ينحصر فى نطاق ضيق أراد ألا يتجاوزه .

ويحمل القول أن شعره العربى جيد العبارة ، مشرق الديباجة ، متين السبك ، يتسم بالفصاحة والسلاسة والتجافى عن التكلف ، مما ينهض دليلا على أنه نظم الشعر بالعربية أساسا وأصلا لا فرعا وعرضا . وبهذه المناسبة نذكر أن من شعراء الفارسية والتركية – مثلا – من قالوا شعرا بالعربية وعرفوا بأصحاب اللسانين ، إلا أن معظمهم لم يكونوا فى عداد المجيدين لضعف وعجمة فى أشعارهم ، وليس الشأن كذلك عند مولانا أحمد رضا خان ، فله عليهم درجة .

لقد قدم مولانا أحمد رضا خان بلاد الحجاز غير مرة وهناك وصل أسبابه بأسباب الفقهاء والعلماء والأدباء فترك فى نفوسهم أثرا أطيب من ريح المسك ، وقدروه وبجلوه وعرفوا

له فضله وأعجبوا بسلامة منطقه وقوة حجته وغزارة علمه وبذلك عقد الصلة الوثقى بين شبه القارة وبلاد الحجاز مهبط الوحى .

وفى الحجاز توفر على تأليف أكثر من كتاب باللغة العربية فى فترة غير مديدة ، مما يدل على أنه كان مقتدرا على التعبير فى العربية عن مسائل عويصة فى الدين مما يتطلب قدرة على الكتابة بالعربية .

كما أن علماء الأزهر - الذين عايشوه عرفوا فضله - اطلعوا على تأليفه وتصانيفه وفتاواه فعلقوا عليها وجعلوها موضع عناية منهم . كما أن فى يومنا هذا نجد منهم من يعرف فضله بل ومن طلبة العلم من يكتبون الرسائل العلمية فى علمه وفكره .

إننا نحيى ذكرى هذا العالم الإسلامى الأجل ونسأل الله أن ينفع بعلمه أهل الجيل الحاضر والأجيال المقبلة وما ذاك إلا لأن دين الله له البقاء السرمد .

د / حسين مجيب المصرى

امام احمد رضا کی تعلیم ہر مذہب کیلئے رہنما ہے (بھارتی وزیر اعظم)

بھارتی وزیر اعظم مسٹر اٹل بہاری واجپائی نے اپنے ایک بیان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی تعلیم ہر مذہب اور ہر مکتبہ فکر کیلئے رہنمائی کرتی ہے

(بھارتی ٹیلی وژن نیوز)

سلیم اللہ جندران★

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں

امام احمد رضا بریلوی کا کردار

انگلستان کے ایک مشہور مستشرق پروفیسر ایچ اے گب (۱۹۶۲ء) نے اپنی کتاب اسلامک کلچر، ISLAMIC CULTURE میں لکھا ہے :-

"تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیا، کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت و توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی" (ص : ۲۶۵)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (وائس چانسلر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، آزاد کشمیر (۱۹۹۸ء) بیان کرتے ہیں :-

"برصغیر میں اسلام آیا، صوفیاء کا فیضان عام ہوا، مقامی آبادی، سطوت اسلام کی تاب نہ لا سکی اور قبول کرنے کی راہ چلنے لگی اقتدار نے ان کو کسی مقابل آویزش کا حوصلہ نہ دیا مگر ماورائی طرز حیات کا فریب سماجی رویوں کو بے کیف کرتا رہا، جب قوت باہمی پیکار سے کھوکھلی ہونے لگی تو صدیوں کا کینہ نظریاتی مغالطوں کا روپ دھارنے لگا۔ ہندو مت کی ویدانت اور ہندو قوم کا ملفوف طرز استنباط رہ کاٹنے لگا۔ خالق کائنات کی بے پایاں قوتوں کو برہما، وشنو اور شو کی صورتوں میں محصور کیا جانے لگا تو رسالت کی عفت و عظمت کو رام و کرشن، کے کمزور وجود میں تلاش کیا جانے لگا۔ اس طرح مقام کبریائی پر سے بھی ایمان اٹھنے لگا ایسے میں ایک اور حجتہ الاسلام میدان جہاد میں در آیا۔ بریلی کی سرزمین سے اٹھنے والا یہ وجود اثبات حق کی رزم آرائیوں کا وہ سپوت ثابت ہوا جس سے فریب خوردگی کا را سا تار پود بکھر گیا" (ص : ۶۱-۶۲) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس (۱۹۹۸

مولانا عبدالجبار رہبر اعظمی نے اپنے مقالہ میں امام احمد رضا خاں کو یوں تذکرہ کیا ہے :-

"مسیح موعود کے نام کا فتنہ ہو یا مہدی معبود کے نام کا، شان نبوت کی توہین کا ہو یا فضائل رسالت کی تنقیص کا، نیچریت کا ہو یا دہریت کا تقلیدی ہو یا غیر مقلدیت کا تفضیلیت کا ہو یا رافضیت کا، خارجیت کا ہو یا بدعتیت کا، ان تمام فتنوں کے سینوں میں اس کا قلم اسلام وسنیت کی شمشیر وسنان بن کر اُتر گیا اور اس کی زبان حق ترجمان اسلامیوں کیلئے سپر بن گئی"

روزنامہ جنگ ۲۰ جون ۱۹۹۸ء

معاشرہ کیا ہے ؟ چوھدری غلام رسول ایم، اے (۱۹۷۷ء) لکھتے ہیں :-

"معاشرہ معاشرت کے لفظ کی ایک صورت ہے جس

★(ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول دھنی کلاں منڈی بہاء الدین)

کے معنی ہیں مل جل کر زندگی بسر کرنا۔ لیکن عمرانیات (Sociology) میں معاشرہ کی اصطلاح اپنے مخصوص معانی رکھتی ہے اسے وسیع اور محدود دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وسیع معنی میں نسل انسانی کو معاشرہ یعنی سوسائٹی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور محدود معنوں میں اس سے مراد گروہ لیا جاتا ہے' (ص :۱)

F.H. Giodings نے معاشرہ کی تعریف یوں کی ہے :-

"معاشرہ یا سماج ایک جیسے خیالات رکھنے والے افراد کا مجموعہ ہے جو ہم خیالی کو پسند کریں اور اس بنا پر مشترکہ مفادات کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں"۔

اسلامی معاشرہ کیا؟ اس کی کیا اہم خصوصیات ہیں؟ چوھدری غلام رسول (۱۹۷۶ء) اسلام کے معاشرتی نظام کے تحت لکھتے ہیں :-

اسلامی معاشرہ حسب ذیل خصوصیات کا حامل ہے یہ وہ خصوصیات ہیں جو دنیا کے کسی معاشرہ میں نہیں پائی جاتیں :

1......وحدت نسل انسانی

2...... عملی اتحاد کی بنیاد

3......وحدت فکر انسانی

4......احترام انسانیت

5......امر بالمعروف و نہی عن المنکر

6......مساوات

7...... قرآن میں اعلان مساوات

8......احساس ذمہ داری

9......خدا پرستی

10......اطاعت رسول ﷺ

11......شرف انسانیت

معاشرے کے بقا کیسے ممکن ہے؟ جسٹس ایس۔اے رحمٰن "نظریہ پاکستان اور نصابی کتب" میں اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں :-

"ہر معاشرہ چاہتا ہے کہ وہ سدا زندہ رہے پھلے پھولے۔ اس کے اندر خوشحالی کا دور دورہ رہے ۔ مسجدیں اور دوسرے مذہبی ادارے آباد رہیں۔ ان کے افکار و عقائد، نظریات و روایات روبہ ترقی رہیں۔ علوم و فنون میں وسعت پیدا ہو اس کے تمدنی ورثہ کو استحکام حاصل ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟

ہم آنے والی نسلوں کو کس طرح اپنے خیالات اور جذبات و احساسات سے آگاہ کر سکتے ہیں؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے :

تعلیم کے ذریعے (ص :۱۸۵)

ڈاکٹر ذاکر حسین (۱۹۶۳ء) اس حوالے سے یوں تجزیہ کرتے ہیں :-

"تعلیم دراصل کسی سماج کی اس جانی بوجھی، سوچی سمجھی کوشش کا نام ہے جو اس لئے کرتی ہے کہ اس کا وجود باقی رہے" (ص :۱۴)

روزنامہ جنگ کی ۲۰ جون ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں دیباچہ : جامع الافکار، ص :۳، کے حوالے سے مذکور ہے :-

"امام احمد رضا کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات (مطبوعہ و غیر مطبوعہ) کے جائزہ کے بعد محققین کی قطعی تحقیق کے مطابق یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ایک سو سولہ (۱۱۶) قدیم و جدید، دینی و ادبی اور سائنسی علوم پر امام احمد رضا کو دسترس حاصل

تھی"(ص:۵)

(اخبار میں ان مذکورہ بالا ۱۱۶ علوم کی فہرست ہے مگر اختصار کے باعث بیان نہیں کی جارہی)

اسلامی معاشرہ کیلئے اسلامی تعلیم بنیادی شرط ہے

م-ح-الف(۱۹۹۸ء) روزنامہ جنگ میں لکھتے ہیں :-

"امام احمد رضا مسلمانوں کیلئے اسلامی تعلیم کو بنیادی اہمیت دیتے تھے تاکہ ہر فرد یہ جان سکے کہ :

وہ کیا ہے ؟ ، اس کا دین کیا ہے ؟ ، ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد : ، اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کی پہچان ہونی چاہئے تاکہ ایک "اجتماعی ذہن" تیار ہوسکے۔ وہ ضروری سمجھتے تھے کہ ابتدائی مرحلے میں طلبہ کے دل میں عظمت رسول ﷺ کا نقش بٹھایا جائے اور نصاب ایسا رکھا جائے کہ دین و دنیا دونوں کیلئے مفید ہو۔ وہ انسان کو مشین کا ایک کارخانہ بنانے کے قائل نہ تھے بلکہ انسان کو انسان بنانے کے قائل تھے۔ ساری خرابیوں کی بنیاد اور جڑ انسان کا انسانیت کے درجے سے گر جانا ہے۔

- امام احمد رضا خاں کو ہندوستان کی آزادی کی فکر تھی وہ دین کے بدلے آزادی کا سودا کرنے کیلئے ہر گز تیار نہ تھے آپ نے مسلمانوں کو سیاسی استحکام کیلئے ہدایت کی کہ مسلمان اپنے معاملات کا باہم فیصلہ کریں۔ امراء اور صاحب ثروت مسلمان اپنے بھائیوں کیلئے بینک کھولیں ۔ ہنگامی حالات میں مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

مسلم معاشرہ کو نبی رحمۃ اللعالمین ﷺ کی محبت اور عشق کی بنیاد پر استوار کرنے میں امام احمد رضا خاں کی کوششوں کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنی مایہ ناز تصنیف "اسلامی ثقافت" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

"اسلام مادی و روحانی ہر لحاظ سے ایک عالمگیر تحریک رحمتہ اللعالمینی ہے۔ مسلمان ایک عالمگیر ملت ہیں ۔ اس تحریک رحمتہ اللعالمینی کی بدولت انہوں نے تقریباً آٹھ سو برس تک اقوام عالم کی قیادت کی۔ ان میں جمالیاتی ذوق پیدا کیا۔ انہیں حریت و اخوت ، مساوات و تکریم انسانی حسن ، اخلاق و ثقافت کی اہمیت کا احساس و شعور دلایا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے انہیں ان کے حقیقی الہ سے روشناس کرایا"(ص:۷)

موصوف نتیجہ اخذ کرتے ہیں :-

"اسلامی ثقافت کی روح رحمتہ اللعالمینی ہے۔ حب رسول ﷺ اسلامی ثقافت کی ایک امتیازی خصوصیت ہے یہ مسلمانوں کے ایمان کی علامت ہے۔ اسی جذبۂ محبت کی بدولت ایک مسلمان دنیا کے تمام مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہے---- اس رنگا رنگ اور بو قلموں ثقافت میں ایک چیز جو سب سے زیادہ نمایاں اور اس کی وحدت کی علامت اور زندہ ثبوت ہے وہ حب رسول ﷺ ہے"۔(ص:۱۶۹-۱۷۰)

قرآن فرماتا ہے :-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ٥ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ٥

ترجمہ :- اے محبوب تم فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تم فرمادو کہ

حکم مانو اللہ اور رسول کا۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔(آل عمران ۳: ۳۱-۳۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں :۔

"امام احمد رضا کو اسلام کی عظیم انقلابی قوت، جذبہ عشق رسول ﷺ حاصل تھی اسی والہانہ عشق سے مسلمان کی دینی ترقی، سیاسی کامیابی، علم کی ترویج، معاشی و عمرانی استحکام اور ثقافتی و تمدنی ہر طرح کی کامیابیاں وکامرانیاں وابستہ ہیں"(ص: ۵)

مغربی استعمار کی یہ مذموم سازش تھی کہ مسلمان میں جذبہ عشق رسول ﷺ نکال دیا جائے، علامہ محمد اقبال نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے :۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

امام احمد رضا کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کے بشری اوصاف و کمالات کے ساتھ ساتھ معجزاتی و نورانی پہلو کے بلند و بالا کمالات نبوت اور فضائل و شمائل کو احاطۂ تحریر میں لاکر ملت اسلامیہ کی روحانی اقدار کو تنزلی کا شکار ہونے سے بچایا۔ آپ نے اپنی علمی درس گاہ بریلی اور روحانی خانقاہ بریلی سے اس پرفتن دور میں ملت اسلامیہ کی ناؤ کو ترانے کیلئے جو کچھ ضروری تھا وہ سب کچھ کیا۔

پروفیسر عبدالنعیم قریشی (استاد شعبہ سیاسیات، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی) امام احمد رضا خاں کے قائم کردہ دینی مدرسہ "جامعہ منظر الاسلام بریلی" کے عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں :۔

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ برصغیر کے ان علمائے دین میں سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنے عشق رسول ﷺ کے حوالے سے خاص شہرت پائی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جامعہ منظر الاسلام بریلی بھی اس مقصد کے تحت قائم کی تھی۔ کیونکہ ان کے خیال میں دینی تعلیم کے دیگر اداروں میں توحید پر تو خاص زور دیا جاتا تھا تاہم مقام رسالت کو واضح کرنے کیلئے کچھ کوتاہی برتی گئی۔ اس معاملہ میں دارالعلوم دیوبند کے علماء سے مولانا کے چند اختلافات بھی تھے۔ مولانا یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ دیوبند کے علماء کی اکثریت کانگریس کی ہمنوا تھی جبکہ حضرت مولانا دو قومی نظریہ کے نقیب تھے اور انگریزوں اور ہندوؤں سے کسی قسم کے تعاون اور اشتراک عمل کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ لہذا انہوں نے ایک دینی مدرسہ جامعہ منظر الاسلام بریلی کی بنیاد ڈالی یہ مدرسہ بہت جلد مسلمانوں میں مقبول ہوگیا"(ص: ۸۶)

فاضل استاد (شعبہ سیاسیات) اس جامعہ کے مندرجہ ذیل اہم مقاصد بیان کرتے ہیں :۔

1...... دینی تعلیم کا فروغ
2...... توحید و رسالت کے پیغام کی ترویج و اشاعت
3...... مسلمانوں کے اصلاح عقائد کی جدوجہد کرنا
4...... جعلی اور نام نہاد صوفیا اور پیروں کی سرگرمیوں کی روک تھام
5...... نعت گوئی کا فروغ

تحریک آزادی میں جامعہ منظر الاسلام نے شاندار کردار ادا کیا ہے چنانچہ موصوف استاد لکھتے ہیں :۔

"جامعہ منظر اسلام سے وابستہ طلبہ اور علماء کی اکثریت نے آگے چل کر تحریک آزادی بالخصوص تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء فضلا کی بڑی تعداد کانگرس کی ہمنوا تھی تاہم جامع منظر الاسلام کے وابستگان میں شاذو نادر ہی کوئی ایسا ہو جو مسلم لیگ کے مقاصد پورا کرنے کیلئے سرگرم عمل نہ ہوا ہو۔ اس مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کے علاوہ مولانا کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے بیشتر اصحاب تحریک آزادی کا ہراول دستہ اور دو قومی نظریہ کے نقیب ثابت ہوئے" (ص: ۸۸)

جامع منظر الاسلام نے دینی اور فکر لحاظ سے برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ آپ کے خلفاء تلامذہ نے اسلامی تشخص اور دو قومی نظرئے کے احیاء کیلئے بھرپور کوششیں شروع کیں۔ آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی تحریکات کی گرما گرمی دیکھ کر مسلمانوں کو

"لکم دینکم ولی دین٥

(تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین) (الکافرون: ۹)

کی صورت میں قرآن پاک کی صدا سنائی۔ متحدہ قومیت کے اسی دور میں معاشرے کی اصلاح، مسلمانوں کو اپنے قدموں پر کھڑا کرنے، غیروں کی قیادت میں چلنے کی بجائے اپنی مسلم قیادت خود چننے اور ان کے سیاسی اور مذہبی شعور اور ملی حمیت کو جگانے کیلئے آپ نے درج ذیل تصانیف پیش کیں :-

1...... انفس الفکر فی قربان البقر

2...... اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام

3...... تدبیر فلاح ونجات واصلاح

4...... دوام العیش فی آئمۃ من القریش

5...... المحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ

6...... الطاری الداری لھفوات عبد الباری

امام احمد رضا خاں کی ان تصانیف کے ذریعے مسلمانوں میں دو قومی نظریہ کا شعور اجاگر ہوا۔ قومی درجہ کے جو مسلمان رہنما گاندھی کی قیادت میں متحد تھے، امام احمد رضا خاں اور آپ کے عقیدت مندان کی کوششوں کے ذریعے ایسے تمام رہنماؤں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ متحدہ قومیت سے علیحدگی ہوئی اور اس طرح پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کو بہت حمایت اور تقویت ملی اور برصغیر پاک و ہند میں الگ اسلامی مملکت کے قیام کی راہ ہموار ہوئی جس سے اسلامی معاشرہ کی تشکیل ممکن تھی۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی مملکت کے قیام کیلئے جتنی بھی تحریکات چلیں ان سب کا مقصود مدعا اسلامی معاشرہ کا قیام ہی تھا۔

محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں کہ تحریک ترک موالات کے بعد بریلی مکتب فکر کی قیادت مولانا نعیم الدین مراد آبادی (امام احمد رضا کے تلمیذ و خلیفہ) کے ہاتھوں میں آگئی تھی انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع کیا ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی جدو جہد میں مصروف ہوگئی۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابو الحسنات کو ایک خط میں لکھا تھا۔

"جمہوریہ اسلامیہ کو کسی صورت بھی پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونا قبول نہیں خواہ جناح خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔ کیبینٹ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا"۔

یہ امام احمد رضا خاں کی ہی کوشش اور اپنے عہد میں

تمام اکابرین سے نمایا کردار تھا جو مسلمانوں کی الگ سیاسی قوت "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے قیام کا سبب بنا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے متعلق پروفیسر محمد اسلم (۱۹۹۳ء، سابق صدر شعبہ، تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور لکھتے ہیں:-

"جس زمانے میں کابینہ وفد بر عظیم کے سیاسی رہنماؤں سے مل کر سیاسی مسائل کا حل تلاش کر رہا تھا اسی زمانے میں بنارس میں حضرت پر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں پانصد کے لگ بھگ مشائخ، سات ہزار علماء اور دو لاکھ کے قریب سنیوں نے شرکت کی..................اس اجلاس کی سب سے بڑی اہم بات یہ ہے کہ اجلاس کے شرکاء نے اعلان کیا کہ اب اگر قائد اعظم بھی مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس معاملے میں ان کی موافقت نہیں کریگی" (ص: ۴۴۵-۴۴۶)

اس سنی کانفرنس میں کابینہ وفد کے ارکان کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن وفد نے مصروفیت کی بناء پر معذرت کر لی تھی اس اجلاس میں قائد اعظم کی مکمل حمایت کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کی اہمیت کے متعلق موصوف پروفیسر محمد اسلم لکھتے ہیں "راقم آثم دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے اس کے باوجود یہ عرض کرتا ہوں کہ ان مشائخ اور علماء کا عوام پر بڑا اثر تھا۔ خود لاہور میں تحریک پاکستان کیلئے بریلوی مکتب فکر کے علماء میں سے مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا غلام الدین اشرفی نے جو کام کیا وہ محتاج تعارف نہیں"

برصغیر کے طول و عرض میں بریلوی مکتب فکر کے علماء نے تحریک پاکستان کیلئے جو سر توڑ کوشش کی اس کا آغاز بریلی سے ہی ہوا تھا اس لحاظ سے امام احمد رضا خاں کو:

"The Most Prominent Pioneer of Freedom Movement" کا مقام حاصل ہے۔ آپ نے بریلی سے ہندوؤں اور انگریزوں کی تہذیبی آمیزش سے پاک، خالص اسلامی معاشرہ کے قیام کیلئے، اپنوں بیگانوں کی پروا کئے بغیر، دو قومی نظریہ کا احیاء کیا مسلمانوں کو الگ تنظیم سازی پر مائل کیا۔ ہندوستان کو "دارالحرب" کے بجائے "دارالاسلام" قرار دے کر، ہجرت کرنے کی بجائے اسی خطہ پر اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے قلمی جہاد کے علاوہ عملی کوششیں بھی کیں، بالا آخر اسلامی مملکت کے قیام کی مسرت نصیب ہوئی۔

جہاں ایک طرف امام احمد رضا نے مشرکین سے اتحاد توڑنے اور مرتدین کا ساتھ چھوڑنے کا حکم دیا وہاں ساتھ ہی امام احمد رضا نے مسلمانوں کے اپنے معاشرے میں پھیلے ہوئے منکرات و بدعات کی زبردست مخالفت کی اور خرافات کی بیخ کنی فرمائی۔ آپنے اپنے عہد کے مسلم معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کی مسلسل سعی کی۔ اسلامی معاشرے کی اصلاح کا جو تصور آپ کے ہاں ملتا وہ آپ کے کسی اور ہم عصر مصلح کے ہاں نہیں ملتا ہے۔

آپ نے اپنے ملفوظات میں عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق فرمایا کہ انہیں سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔

مزارات پر فاتحہ کی تعلیم دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ مزار کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ نہ بوسہ دیا جائے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ آپ فرماتے ہیں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے۔

آداب زیارت روضہ انور ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو، خلاف ادب ہے دیوار کریم کو ہاتھ لگانا، چمٹنا، زمین چومنا سب نا مناسب عمل ہیں۔

زائر کو ہدایت فرماتے ہیں کہ وہ جاہلوں کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے۔

قبر پر چراغ جلانے کو اسراف قرار دیتے ہیں سوائے اس حالت کے کہ جب کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کیلئے وہاں بیٹھے یا قبر سرراہ واقع ہو۔ فرماتے ہیں مزارات پر عود ولوبان، اگر بتی جلانے سے بھی احتراز کرنا چاہیے کیونکہ خوشبو کی میت صالح کو کوئی حاجت نہیں۔

صالحین کی قبروں پر چادر ڈالنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک چادر جب پھٹ جائے تو دوسری ڈال دو نہ کہ یہ لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا جائے۔

آپ میت کے گھر عورتوں اور مردوں کے جمع ہوتے ہوئے کھانے پینے اور میت کے گھر کو اس عمل سے زیر بار کرنے کے متعلق عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں فاتحہ کی چیز سامنے رکھ کر ہی فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار دینے کو آپ شریعت مطہرہ پر افتراء سمجھتے ہیں۔

فرماتے ہیں مردہ کا کھانا صرف فقراء کیلئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔

سوئم، چہلم، برسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے کہ متعین دنوں میں ہی ثواب زیادہ ملتا ہے۔

بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنا بے اصل و بدعت قرار دیتے ہیں۔

چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی، ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کے علاوہ زائد چاندی، سونا، کانسی اور پیتل کی انگوٹھی کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔

عورتوں کو بے محابا گھومنے پھرنے، نا محرم مردوں کے سامنے آنے سے روکنے کیلئے آپ نے رسالہ مروج النجاء لخروج النساء تصنیف فرمایا۔

فرماتے ہیں پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔

خیرات کی چیزوں کو چھتوں، کوٹھوں پر پھینکنے کو شر و سیئات اور دکھاوا قرار دیتے ہیں۔

نکاح کے متعلق آپ فرماتے ہیں یہ غلط مشہور ہے کہ محرم و صفر میں نکاح کرنا منع ہے۔ نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔

شادی کے وقت خالی پھولوں کے سہرے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ گانے باجے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

فرائض و سنن کو چھوڑ کر مستحبات و مباحات کے پیچھے لگے رہنے والوں کی نیکیوں کو آپ مردود سمجھتے ہیں۔

شریعت و طریقت کی الگ الگ تقسیم کارد فرماتے ہیں اور شریعت کے سوا سب راہوں کا باطل قرار دیتے ہیں۔

انجام کار رستگاری کے واسطے آپ صرف نبی کو مرشد جانتے ہیں۔ گھروں میں تصویریں لگانے کو سختی سے منع کرتے ہیں۔

موسیقی کے ساتھ قوالیوں سے آپ روکتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں نے نہ صرف ان بدعات کے خلاف زبانی وعظ و پرچار کیا بلکہ قبیحات کے زیادہ تر موضوعات پر آپ نے الگ الگ جامع اور مدلل رسائل بھی تصنیف فرمائے۔

ڈاکٹر محمد شمس الدین (۱۹۹۳ء چیئر مین ڈیپارٹمنٹ آف ماس کمیونیکیشن) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس" کے نام ایک

پیغام میں لکھتے ہیں :-

"آپ نے اسلامی معاشرے کی برائیوں اور غیر اسلامی رسوم و رواج سے پاک کرنے کی جو سعی پیہم کی اور اپنی تحریروں کو دو قومی نظریہ اور مسلم نشاۃ ثانیہ کیلئے استعمال کیا آپ کو بجا طور پر اس صدی کا سب سے بڑا سماج سدھارک اور مجتہد قرار دیا جا سکتا ہے"

(ص :۲۲)

ڈاکٹر سراج احمد القادری (۱۹۹۲ء) ریسرچ سکالر یونیورسٹی آف کانپور، بھارت "معارف رضا" میں رقم طراز ہیں :-

"اسلامی معاشرے کے متعلق آپ نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور کس طرح سے اسلامی معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کی سعی، پیہم کی ہے اس طرح اسلامی معاشرے کی اصلاح کا تصور کسی دوسرے کے ہاں نہیں ملتا"۔(ص :۱۰۲)

ڈاکٹر عبد الجبار جونیجو (۱۹۹۴ء رئیس کلیہ فنون سندھ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں :

"امام احمد رضا نے اہل بدعت و ضلالت، قادیانیت، سامراجیت اور دہریت کا رد فرمایا، جو کافر تھے انہیں کافر بتایا۔ جن کے کفر پر تمام عرب و عجم پکار اٹھا۔ بڑے بڑے مفتیان لرز اٹھے پھر یہ کیسے ممکن کہ مجدد وقت خاموش رہتا۔ آپ نے باطل کی نقاب کشائی فرمائی"۔(ص :۲۹، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس)

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں نے نہ صرف مسلم معاشرے کی اصلاح کیلئے ملک گیر مہم چلائی بلکہ آپ کا فکر و عمل تحریک پاکستان کی بنیاد بنا جس میں مسلم معاشرہ کو حقیقی تعبیر ملنا تھی دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے معاشرہ کے ہر شعبہ میں اسلام کی عمل داری کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

کتاب نامہ

۱۔ القرآن
۲۔ ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا خاں، کنزالایمان
۳۔ احمد رضا خاں، امام : احکام شریعت مطبوعہ کانپور
۴۔ احمد رضا خاں، امام : فتاویٰ افریقہ، کاشف بک ڈپو دہلی
۵۔ ایس۔اے۔ رحمان جسٹس : نظریہ پاکستان اور نصابی کتب، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور
۶۔ غلام رسول چوہدری : اسلام کا معاشرتی نظام، علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور ۱۹۷۷ء
۷۔ رضی حیدر، خواجہ : دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ہورتی اکیڈمی کراچی ۱۹۸۲ء
۸۔ روزنامہ جنگ : اشاعت خصوصی : امام احمد رضا ایڈیشن کراچی ۲۰، جون، ۱۹۹۸ء
۹۔ عبدالنعیم قریشی، پروفیسر : تحریک پاکستان، فرید بک سینٹر اردو بازار کراچی
۱۰۔ ماہنامہ المیزان : امام احمد رضا نمبر، بمبئی
۱۱۔ ماہنامہ کنزالایمان : تحریک پاکستان نمبر ۱۹۹۶ء، دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینٹ
۱۲۔ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (ریگل) صدر، کراچی ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۳ء
۱۳۔ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس : ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، (ریگل) صدر، کراچی (۱۹۹۸ء)
۱۴۔ محمد اسلم، پروفیسر : تحریک پاکستان، ریاض برادرز، اردو بازار لاہور ۱۹۹۳ء
۱۵۔ محمد فاروق القادری : فاضل بریلوی اور امور بدعت، بزم فیضان رضا کرلا بمبئی
۱۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر : فاضل بریلوی اور ترک موالات، ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء
۱۷۔ معارف رضا ۱۹۹۲ء : ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۱۸۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر : اسلامی ثقافت، فیروز سنز لاہور

مرتبہ: ڈاکٹر مجید اللہ قادری

کلیات شمس

"مثنوی آفتاب افکار رضا"

از: حضرت علامہ شمس بریلوی

قسط اول

حضرات علامہ استاذ الاساتذہ شمس الحسن شمس بریلوی (المتوفی ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء) سے میرے نیاز مندانہ تعلقات تقریباً ۱۵ ار سال قائم رہے اور تادم آخرین ہر لحہ آپ کی شفقتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس التفات کے باعث راقم الحروف ہر ماہ میں ایک دو دفعہ شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں ضرور ہوتا اور آپ کے علمی و ادبی نکات سے بھی بہرہ ور ہوتا۔ ان ہی نیاز مندانہ شفقتوں میں راقم السطور نے کئی بار حضرت کی خدمت میں یہ عرض پیش کی کہ برصغیر پاک و ہند کے متعدد شعراء کرام نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو منظوم نذرانۂ عقیدت بعنوان منقبت پیش کیا ہے لیکن آپ کے رشحات قلم سے یہ خدمت ابھی تک منظر عام پر نہ آسکی اور آپ نے ابھی تک کوئی منظوم نذرانۂ عقیدت پیش نہیں کیا اگرچہ نثر کے میدان میں آپ کے کئی تحقیقی مقالات امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے علوم و فنون پر شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ میری گزارش کو برابر ٹالتے رہے اور کوئی نہ کوئی عذر پیش فرمادیتے جس کے باعث احقر خاموش ہو جاتا۔

حضرت شمس بریلوی سے اس نیاز مند نے ایک بار پھر اپنی اسی دیرینہ آرزو کا اظہار کیا کہ حضرت اس سال "معارف رضا" ۱۹۹۵ء کے شمارے میں آپ کی طرف سے ایک منقبت امام احمد رضا محدث بریلوی کے اوصاف و کمالات سے متعلق ضرور چاہتا ہوں۔ اس دفعہ احقر نے کافی ضد کی کہ حضرت جب تک آپ منقبت کا وعدہ نہیں کریں گے اس سال معارف رضا بھی شائع نہیں ہوگا۔ حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی طویل علالت اور رفیقہ حیات کے انتقال کے بعد کی زندگی کا عذر شرعی پیش کیا اگرچہ اس عذر میں آپ حق بجانب بھی تھے کہ رفیقہ حیات محترمہ سکندر بیگم بنت حافظ عبدالسعید خاں مرحوم کے ۱۹۹۳ء میں انتقال کے بعد آپ مسلسل بیمار رہے جس کے باعث سماعت اور بینائی پر بہت زیادہ اثر پڑا اور کمزور بھی ہو گئے لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ کے قلم سے اس سال "معارف رضا" کے لئے منقبت لکھوا ہی لوں چاہے مختصر ہی کیوں نہ ہو اور طبیعت کو دیکھ کر بار بار سوچتا تھا کہ پھر کبھی موقعہ ملے یا نہ ملے اس لئے اب کے میں نے بہت زیادہ منت سماجت کی اور آپ کو اعلیٰ حضرت کی محبت کا واسطہ بھی دیا آخر کار میرے

بہت ہی اصرار کرنے پر آپ نے حامی بھری اور مسکرا کر فرمایا :

"عزیزی مجید اللہ اگر آپ کی بہت ہی زیادہ خواہش ہے
کہ منقبت بارگاہ رضا میں پیش کروں تو اطمینان رکھئے
کہ ان شاء اللہ میں آپ کی خواہش ضرور پوری کروں گا
اور ایسی منقبت پیش کروں گا کہ آج تک ایسی منقبت
اردو زبان میں کسی عقیدت کیش نے پیش نہیں کی
ہو گی"

میں حیرت اور استعجاب میں پڑ گیا کہ اس منقبت میں انفرادیت کیا ہو گی جس کے بارے میں حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا ہے۔ میرے استفسار پر فرمایا کہ :

"جو منقبت میں پیش کروں گا وہ صرف چند اوصاف کا بیان نہیں ہو گا بلکہ میں جو کچھ کہوں گا وہ صدہا اشعار پر مشتمل ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ اعلیٰ حضرت کی چند خوبیاں ہوں تو ان کو چند اشعار میں بیان کر دیا جائے وہ تو ایک مجموعہ کمالات تھے کہ انسان بیان کرتے کرتے اور کہنے والے کہتے کہتے تھک جائے پھر بھی یہ کہا جائے گا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ پس بیشمار خوبیاں چند اشعار میں کس طرح بیان کی جا سکتی ہیں۔ اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں اعانت اعلیٰ حضرت کے آپ کے علوم و فنون اور گرانمایہ تصانیف پر ایک منظوم تبصرہ پیش کروں گا، اس کو آپ منقبت کہہ لیجئے گا یا منظوم تبصرہ! ان شاء اللہ مثنوی معنوی کی بحر میں یہ تبصرہ کچھ عرصے بعد آپ کی نذر کر دوں گا"

یہ سن کر مجھے بہت ہی مسرت ہوئی اور ساتھ ہی حیرت بھی کہ حضرت شمس نے بایں ضعف و ناتوانی کس قدر اہم اور مشکل کام سر انجام دینے کا عزم کیا ہے۔ اس خوشی میں احقر نے استاد محترم حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

الحمد للہ ! وعدے کے مطابق ادیب شہیر حضرت علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کے علوم و فنون اور ان کے تصانیف پر ہزاروں اشعار پر مشتمل ایک انتہائی طویل تبصرہ بعنوان :

"مثنوی آفتاب افکار رضا"

نظم فرما کر نہ صرف اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دیا بلکہ اپنی بالغ نگاہی دیدہ وری اور شاعرانہ صلاحیت کا ثبوت بھی فراہم کیا ہے۔ آپ نے اس منظوم تبصرہ اور جائزہ میں امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کی قرآن و حدیث فہمی، فقہ حنفیہ پر بے مثال دسترس کو بڑے دلکشی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ نے ساتھ ہی ساتھ کنزالایمان کی خوبیوں کی بھی صراحت کی ہے اس کے علاوہ امام احمد رضا کی فقہی کتب اور دیگر علوم و فنون کی کتب پر بڑی خوبی سے منظوم تبصرہ فرمایا ہے۔

حضرت شمس صاحب کے اس منظوم تبصرہ میں ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں جو "خطبہ الکتاب" ہے اس کی خوبیوں کو بھی اجاگر کیا ہے اور امام

احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے بلیغ خطبہ میں صنعت ایہام و توریہ سے کام لیتے ہوئے نوے (۹۰) کتب حنفی کو حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ﷺ اور منقبت کی اصطلاحات میں جو ترتیب دیا ہے حضرت شمس نے بہت ہی دلکش انداز میں خطبے کی ان (۹۰) کتابوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر کتاب کے تعارف میں ۱۵ سے ۲۵-اشعار لکھے ہیں یعنی (۹۰) عنوان پر آپ نے (۹۰) حمد اور نعت رسول مقبول ﷺ لکھ دی ہیں۔ اہل ذوق حضرات یقیناً حضرت شمس بریلوی کی اس کاوش سے بہت زیادہ محظوظ ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کا اپنا دیوان غزلیات جو ہجرت کے بعد ضائع ہوگیا تھا حضرت نے چند ماہ میں ۵ ہزار سے بھی زیادہ اشعار پر مشتمل ایک طویل ترین مثنوی آفتاب افکار رضا ترتیب دے کر اپنایا اور منفرد دیوان خود مدون کردیا ہے۔

راقم السطور شاعر تو نہیں جو اس مثنوی کی شعری نزاکتوں اور فن شاعری کے حقائق اور نکات کو معرض بیان میں لاسکے اور ان دشواریوں کو سمجھا سکے جو حضرت شمس صاحب علیہ الرحمہ کو اس چھوٹی سے بحر میں ان گوناگوں مضامین اور تصانیف اعلیٰ حضرت کا تعارف کرانے میں پیش آئی ہوں گی۔ ان دشواریوں کو ایک مائع نگاہ شاعر ہی سمجھ سکتا ہے اور ان کا مطالعہ کرنے کے بعد وہی ان پر صحیح معنوں میں تبصرہ بھی کر سکتا ہے احقر کی نظر میں یہ ایک منفرد کارنامہ ہے اور مثنوی کی دنیا میں ایک اضافہ ہے۔

حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ نے جب یہ کام مکمل کر لیا تو ایک خواہش کا اظہار کیا کہ اس مثنوی آفتاب افکار رضا کو کتابت کرا کر شائع کیا جائے۔ احقر ان کی زندگی میں کوشش کرتا رہا مگر ان کی حیات میں ان کی اس محنت کو پائے تکمیل تک نہیں پہنچا سکا اور مسودہ یوں ہی رکھا رہ گیا کہ اچانک ان کا ۱۲ مارچ ۱۹۹۷ء کو وصال ہوگیا۔

وہ جو اک مقدمہ نگار تھا، وہ جو اک ادیب شہیر تھا
جسے کہتے تھے شمس بریلوی، یہ اسی کی لوح مزار ہے
(حضرت شمس بریلوی)

احقر کو حضرت کے وصال کے ساتھ ساتھ اس بات کا شدت سے غم تھا کہ ان کی ایک دیرینہ خواہش زندگی میں پوری نہ کر سکا یہاں تک کہ سالوں گذر گئے یہ مسودہ ایسا ہی رکھا رہا مگر اب راقم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مثنوی آفتاب افکار رضا کو قسط وار ماہنامہ معارف رضا میں شائع کرنا شروع کروں تاکہ ۳-۲ سال میں یہ مثنوی مکمل ہو جائے۔ پہلی قسط میں چار عنوانات ہیں یعنی ابتدائیہ، تعارف اعلیٰ حضرت، علم قران و حدیث اور فقہ پر منظوم تبصرہ شامل ہے۔ دعا گو ہوں کہ خداوند کریم حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ کی روح کو اعلیٰ علیین میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرما اور ان کی عقیدت رضا کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

حمد باری تعالیٰ

حمد تیری کس طرح یارب لکھوں — کس طرح اس راہ کو میں طے کروں
عقل سے درماندہ و خوار و زبوں — اور تیری ذات بےچوں و چگوں
آج تک لکھی گئی جتنی ثنا — کب ہوا اک وصف کا بھی حق ادا
یہ ثنا تیری ، ہے تیرا ہی کرم — یہ بھی ہے مجملہ لطف و نعم
ہیں کہاں فہم و ذکا، ہوش و حواس — ہے عطا تیری کہ لکھتا ہوں سپاس
تونے ہی گم گردہ راہوں کے لئے — راستے دینِ متیں کے وا کئے
رہبری کے واسطے بھیجے رسول — تیری رحمت ، ان کی ہے شان نزول
جن کے خاتم ہیں شفیع المذنبیں — جان جاناں وہ مراد العاشقیں
ہم خطا کاروں کا یوں جاگا نصیب — اتباع سے بن گئے رب کے حبیب
ہو سلام ان پر بطرز دلنواز — آل پر اصحاب پر باصد نیاز
پیشوایانِ امتّ پر سلام — رہنمایانِ ملتّ پر سلام
قصر مذہب کے عمد استوار — فاضلان وعالمانِ باوقار
ان تمامی نامداروں پر سلام — اور دیں کے پختہ کاروں پر سلام
رحمتیں ان پر خدا نازل کرے — ان کے صدقے میں مجھے بھی کچھ ملے
باغبان علم و حکمت کے امیر — عبقریٔ عصر وہ مہر منیر
وہ مجدد حضرت احمد رضا — پاسبانِ عزت خیرالواری
تذکرہ ان کا یہاں مقصود ہے — مختصر ہے یہ مگر محمود ہے
ہو نمایاں ان کا کچھ فضل و کمال — پرتو افگن ہو وہ خورشید جمال

تعارف امام احمد رضا

بہر آغاز سرور دلپذیر — بن گئی تحریر نغمہ ، ہر صریر
ہر صدائے نغمہ ہے شیریں ادا — ساز کے پردوں سے آتی ہے صدا
اے فقیہہ بے عدیل و بے مثال — وصف تیرا اور زبانِ گنگ و لال
بحر رائق آپ میں رش حقیر — ایک ذرہ ، سامنے مہر منیر

اے جہانِ علم و فضل و نامدار
کوہ تیرے سامنے ہے کاہ وار

علم و فن کا ایک طغرائے حسیں
ہیچ جس کے سامنے ارژنگ چیں

علم منقولات و معقولات میں
ذکر کے قابل ہیں تیری رفعتیں

علم معقولات، منقولات سے
کیسے بڑھنے کی بھلا جرات کرے

پس علوم دین کا پہلے ذکر ہے
بس یہی تو انتخاب فکر ہے

علم قرآن اور حضرت رضا

علم قرآں کا شرف سب سے سوا
اس سے ہی تفسیر کو بہرہ ملا

دیدنی ہے علم قرآں کا کمال
"کنز ایماں" ہے یقیناً بے مثال

ترجمہ قرآں کا آساں نہیں
ہے یہی قرآن تو دین مبیں

متن قرآں میں جو رفعت ہے نہاں
ترجمے سے شانی ہو اس کی عیاں

یعنی تقدیس الٰہی برملا
ترجمے سے ہو بہر صورت ادا

ترجمے میں لفظ وہ آنے نہ پائے
جس سے تنزیہہ خدا پر حرف آئے

جب صفات حق کا اس میں ذکر آئے
لفظ مکروہ کوئی بھی آنے نہ پائے

ترجمہ تنزیہہ حق کا ہو امیں
شان سے گرنے نہ پائے وہ کہیں

جب قلم شانِ رسالت میں اٹھے
ہوں بہت آداب سے طے مرحلے

ذکر ہو شانِ نبی اس شان سے
ہوں تقاضے سب ادا ایمان کے

"کنزایماں" میں یہ دینی رابطے
اک ادائے خاص سے شامل رہے

جس کی رفعت کا ہے قرآں میں بیاں
کس کا یارا ہے کرے اس کو نہاں

کب روا ہیں فکر کی بے باکیاں
شانِ حضرت میں کرے جولانیاں

ہاں مترجم ہیں بہت سے بے ادب
دین لٹا بیٹھے ہیں وہ، ہائے غضب

انبیاء کو کہہ دیا ہوکہ، نڈر
خامکار راہ گم کردہ بشر

وائے نادانی کہ راہ ناصواب
بن گئی کیا مثمر خیر و ثواب

جس کو وہ سمجھے ہیں اک حسن عمل
بے گماں ہے اک خطا کاری، اٹل

"کنزایماں" میں نہیں وہ لغزشیں
بے تامل، کج روی، جن کو کہیں

آپ کی شان علو و مرتبہ
"کنز" میں ملحوظ رکھا ہر جگہ

"کنز" کی یہ معنوی ہیں خوبیاں مختصر جو کچھ یہاں کی ہیں عیاں
کیف زا حسن بیاں ، طرز ادا ہے زباں کانِ فصاحت برملا
روزمرّہ کی رعایت بے گماں کوثر و تسنیم، پاکیزہ زباں
ظاہری اوصاف اس کے ہیں یہی ترجموں میں رکھتا ہے شان بھی
ہے علوم حاضرہ کا ترجماں عصر حاضر کے لئے شایان شاں

علم حدیث حضرت رضا

بعد قرآں علم حدیث مصطفیٰ ہے یقنا شارح دین ہدیٰ
یہ حقیقت میں ہے قرآں کا بیاں دین کا ہر حکم ہے اس سے عیاں
ہے بجائے خود یہ اک فنّ عظیم مانتا ہے اس کو ہر ذہن سلیم
ہے مدار دین اس پر کس قدر شرط ہے اس کے لئے گہری نظر
ہے روایت اور درایت پر مدار بن گئیں ان دو سے قسمیں بے شمار
تھا رضا کو اس میں بھی حاصل کمال ہے فتاوٰی سے نمایاں یہ جمال
ان کا استدلال ہے قرآں سے یا حدیثِ سیدِ ذیشان سے
وہ تعقب ہو کہ اک تنقیح ہو یا کسی رائے کی وہ تصحیح ہو
بادلائل اس میں کرتے ہیں کلام ہر جگہ رکھتے ہیں نص کا التزام
راز دان فن اسماء الرجال ان سے چھپنا صحت راوی ہے محال
شاذ ہو ، منکر ہو یا ہو وہ ضعیف ان چھپتا ہی نہیں نقص خفیف
ہو سند میں نقص کیسا ہی نہاں ناخن تاویل کر تا ہے عیاں
ہو معلل ، منقطع یا ہو غریب یا ہو وجہ طعن راوی کا نصیب
ڈھونڈھ لیتی تھی نگاہ ژرف بیں ضعف ہوتا گر روایت میں کہیں
یہ حَسَن میں اور صحیح میں امتیاز تھا نہ ان کے واسطے کچھ وجہِ ناز
وہ روایت ہو کہ ہو ذکر و رواۃ فکر میں محصور تھے سارے جہات
ان کے فتووں میں احادیث نبی کتنی ہیں مذکور، دیکھو تو سہی
لاتے ہیں تائید اس سے قول کی کرتے ہیں ثابت اسی سے برتری
نص اگر لاتے ہیں وہ کوئی ضعیف اس کو کرتی ہے قوی فکرِ لطیف

چند اس کے وہ طرق کرکے بیاں　　دیتے ہیں اس کو حسن کی ایک شاں
شان یہ ژرفِ نظر کی ہے گواہ　　ڈھونڈھ لیتی ہے طرق ان کی نگاہ
ان کے استدلال میں آتی نہیں　　شاذ ہو یا ہو معلل بالیقیں
ان کی نظروں میں حدیث پاک کے　　سب طبقات زریں محفوظ تھے
ہیں حسانیہ و معاجیم و صحاح　　اور مصنف ہائے اربابِ صلاح
ان کی فکرِ دور رس میں یہ متون　　سارے مستحضر ہیں باحسن و شوؤن
ہیں صحاح ستہ پر جو حاشیئے　　فکر ندرت کار کے ہیں زاویئے
اشعۃ اللمعات ہے اس کے سوا　　حاشیہ ہے یہ بہت بہجت فزا
الغرض فن حدیث مصطفیٰ　　بن گیا تھا محور فکر رضا
ان کے اس فن میں جو یہ آثار ہیں　　فیض عشق سید الابرار ہیں

علم فقہ اور حضرت رضا

ہے فقہ سرچشمۂ آئین دین　　اس سے ہے آگاہ ہر عقل متیں
فقہ کے احکام کا حصر و شمار　　غیر ممکن ہے، کروں میں آشکار
فقہ کا سرمایۂ عز وقار　　تھے امیں جس کے وہ اسلافِ کبار
جن کے رشحاتِ قلم کی یہ بہار　　تا قیامت ہے بجا اور برقرار
فقہ، جس پر دین کا دار و مدار　　ہیں مآخذ چار اس کے باوقار
یعنی قرآں، سنت عالی وقار　　اجتہادات و قیاس خوش عیار
چار ہیں یہ ہی مآخذ بر ملا　　نص قرآن سنت خیرالوریٰ
بعد ازاں ہیں اجتہادات و قیاس　　اور مصالح مرسلہ کا بھی ہے پاس
ہے برائے مجتہد شرط ضرور　　ہو اسے قرآن و سنت پر عبور
ہو عبور ایسا کہ غور و فکر سے　　خوب تخریجِ مسائل کرسکے
یعنی استخراج کا آساں ہو کام　　تاکہ حاصل ہو سکے فوزِ مرام
گر نہیں قرآن میں نص صریح　　دیکھے آثار و سنن کو وہ صحیح
حکم سنت ہی نہیں ملتا اگر　　اور نہ ہے اس باب میں کوئی اثر
اجتہاد فکر سے پھر کام لے　　اور قیاس طرد کو شامل کرے

ہیں یہی چاروں مدار شرعِ دیں بس یہی ہے ایک مرصاد الیقیں
مجتہد مطلق ہے قسمِ اولین اس سے شق میں کوئی برتر نہیں
مجتہد مُطلق ہیں یہ چاروں امام بو حنیفہ ، مالک والا مقام
مجتہد سوئم، امام شافعی چوتھے احمد ہیں امام متقی
بانی اربعہ مذاہب ہیں یہی ان سے پھیلی ہے فقہ کی روشنی
بعد ان کے مجتہدِ منتسب ہیں ریاضِ فقہ کے یہ منصب
ہیں ابو یوسف، محمد اور زفر بو حنیفہ کے ہیں یہ نورِ نظر
مجلس تخریج کا رکنِ رکین ان میں ہر اک صاحب فکرِ متین
کرتے تھے تخریج و تفریعِ حسن بانیٔ مذہب کی رہ پر گامزن
مجتہد مطلق کے جو کچھ ہیں اصول ان سے یہ کرتے نہیں ہر گز عدول
مجتہدین مذاہب ان کے بعد تیسرے طبقے کے ہیں اصحاب سعد
ہیں طحاوی ، رازی و حاکم شہید کرخی و جصّاص، اصحاب سعید
کرتے ہیں تخریج یہ بھی با مرام اور استنباط با تقلیدِ تام
بو حنیفہ کے حقیقی جانشیں تھے ابو یوسف، محمد بالیقیں
مجتہد عالی ، محمد بن حسن ابن فقہ صاحب فکر و فطن
ان کی تصنیفاتِ عالی بالیقین تاج فقہ کے لئے درِّ ثمیں
شش کتب ظاہر روایت نام سے فقہ کا مخزن ہیں امت کے لئے
کچھ نوادر نام سے باقی رہیں ان کے شاگردوں نے جو تالیف کیں
ان کی تصنیفات کی تفصیلِ تام چند صفحوں میں ہے اک دشوار کام
محسن مذہب ہیں جو حاکم شہید مجتہد فی المذہب، فاضلِ سدید
آپ نے ظاہر روایت کے متون کر لئے یک جا بصد حسن و شوون
کام ہمت اور فطانت سے لیا اس کو پھر موسوم "کافی" سے کیا
سر کیا ہمت سے جب کارِ دقیق تھا شروع قرنِ رابع اے رفیق
شرح کافی قرنِ پنجم میں لکھی مشتمل پسندرہ مجلد پر رہی
اس کے شارح ہیں محمد خوش بیاں ان کا مولد ہے سرخس اصفہاں
قید میں املا کرائی یہ کتاب مل گیا شمس الائمہ کا خطاب

شرح کا رکھا گیا "مبسوط" نام
آج تک جاری ہے۔ اس کا فیض عام

فقہ میں یہ اجتہاد فکر کا
دور بس قرنِ چہارم تک رہا

جب ہوا ختم دور اجتہاد
طرز تقلیدی نے پایا-- اعتماد

فقہ میں تصنیف کے کچھ راستے
کافی ، مبسوط سے کچھ کھل گئے

اور ہدایہ کی ہوئی تالیف تام
منتشر ہر سو ہوا پھر اس کا نام

اس کی شرحیں خوب ہی لکھیں گئیں
اور کچھ تصنیف دیگر بھی ہوئیں

"کنز" مختار و وقایہ ، مختصر
ہیں فقہ کے یہ متونِ معتبر

مختصر کا ہے قدوری اسم عام
ہیں مصنف احمدِ والا مقام

ہے وقایۂ کا بھی اونچا مرتبہ
ہے وہ تلخیص ہدایہ بے شبہ

کنز کا کنزالدقائق نام ہے
متن اس کا معتبر اور عام ہے

قرنِ ہشتم کی یہ تالیف بھی
چاروں متنوں میں بہت بالا رہی

ہے کمال الدین کی فتح القدیر
ہے ہدایہ کی شرح بے نظیر

چاروں متنوں کی ہیں شرحیں بیشمار
اور پھر ان کی شروحِ باوقار

شرح لکھنا فضل رب سمجھا گیا
مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا

پس شروحِ متن اور ان کی شروح
یعنی شرحوں کا بھی ہو جائے وضوح

ہو گیا سرمایہ اعظم بہم
شرحیں ہیں کثرت سے اور ہیں متن کم

متن پہلے پھر --- شروح کا مدار
ہیں جوابِ فتویٰ میں ترتیب کار

اور فتاویٰ کا ہے درجہ تیسرا
سب فقیہوں کا یہی ہے فیصلہ

قارئین! جب گیارہویں آئی صدی
جملہ تعداد فتاویٰ سات تھی

ہاں! یہ تالیف فتاویٰ کے لئے
بعد کی صدیوں میں در وا ہو گئے

ہند میں تعداد تھی ان کی قلیل
کم ہوئے راغب فقیہان نبیل

بس تتار خانیہ و قاضی خاں
ہیں قدیمی یہ فتاوے بے گماں

ہند میں بعد ان کے "عالمگیریہ"
ہے بہت جامع فتاویٰ بے شبہہ

اور اسکے بعد ہے جامع تریں
ہے فتاویٰ رضویہ اک شرح ایں

کم ضخامت کے فتاویٰ اور بھی
بالیقیں تالیف ہیں اس دور کی

ہے فتاویٰ ہندیہ بیشک ضخیم
پر فتاویٰ رضویہ ہے اس سے عظیم

اس کا ہر رخ پیش کرنا ہے مجھے
مرتبہ تا اس کا ظاہر -- ہو سکے

(باقی آئندہ)

مولانا احمد رضا خاںؒ اور ان کی تعلیمات

تحریر: ڈاکٹر ظفر حسین زیدی★

مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے عظیم فقیہ اور مذہبی رہنما تھے، بر صغیر میں مسلم اقدار کے تحفظ، مسلمانوں میں دینی تعلیم کے فروغ، سماجی شعور کی ترویج واشاعت اور مسلمانوں کے جداگانہ سیاسی و سماجی تشخص کے تحفظ کیلئے آپ کی خدمات جلیلہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

آپ نے بر صغیر پاک و ہند میں دین اسلام کے فروغ اور سربلندی کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے سب سے زیادہ توجہ علم اور ہنر مندی سیکھنے کی طرف مبذول کرائی، آپ مسلمان مفکرین میں منفرد مقام کے حامل ہیں کیونکہ آپ نے ہی مسلمانوں کو بچت کا راستہ دکھاتے ہوئے بینکنگ سسٹم قائم کرنے کا شعور دیا اس سلسلے میں آپ کے دو رسائل لائق مطالعہ ہیں جو آپ کی ذہانت، فطانت اور دور اندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ (۱) کفل الفقیہ الفاھم (۲) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

معاشرہ کی تشکیل نو کیلئے آپ نے انگریز اور ہندوؤں کے رسم و رواج کو سختی سے رد کیا اور مسلمانوں کو دینی شعائر پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو جدید تعلیم حاصل کرنے کی طرف بھی راغب کیا چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"غیر دین کی ایسی تعلیم جو جملہ مفاسد سے پاک ہو مثلاً ریاضی، ہندسہ، حساب، جبر و مقابلہ، جغرافیہ، امثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں خواہ کسی بھی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں"

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے تمام جملہ علوم و فنون پر کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں کاش یہ تمام رسائل جو کہ عربی و فارسی یا قدیم اردو زبان میں ہیں دور حاضر کی اصطلاحات کے ساتھ شائع ہوں تاکہ آج کل کے اسکالر حضرات بھی آپ کی فکر سے افادہ کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان از خود نہایت احسن طریقے سے انجام دے سکتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اس عظیم مسلمان سائنسدان کے افکار پہنچیں جس نے (نوّے) سال قبل کئی علوم فنون میں اپنا نظریہ پیش کیا تھا۔

آپ نے "کنزالایمان" کے نام سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کر کے بر صغیر کے مسلمانوں کو تعلیمات الٰہی سے روشناس کرایا، ایک دوسری تصنیف "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں مستقل مسائل کے ساتھ ساتھ روزمرہ زندگی میں پیش آمد مسائل کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے۔

مسلمانوں کے تعلیمی نظام اور تشخص کو اس وقت زبر دست دھچکا لگا جب آج سے (نوّے) سال قبل انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ہند کی معیشت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے بر صغیر کے مسلمانوں کو حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا، آپ کی تصانیف اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔ آج کا منتشر ماحول بھی ہم سے تعلیمات امام احمد رضا پر غور و فکر کرنے کا متقاضی ہے۔

★(وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی)

ماہر رضویات، ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی

بریلی میں پذیرائی

بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان کے سرپرست اعلیٰ، ممتاز ماہر تعلیم اور برصغیر کے عظیم مذہبی اسکالر و محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اپریل ۲۰۰۰ء میں ایک ماہ کے دورہ پر ہندوستان تشریف لے گئے۔ ۶/ اپریل کو بریلی شریف حاضر ہوئے ---- اسٹیشن پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ توصیف رضا خاں، مولانا مظہر الحق، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر سر تاج حسین ایڈووکیٹ اور منظر اسلام جامعہ رضویہ کے استاذ مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی کے علاوہ طلبہ کی کثیر تعداد نے آپ کا استقبال کیا ---- اگلے روز مزارات خانقاہ رضویہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا "منظر اسلام جامعہ رضویہ" کا دورہ فرمایا ---- ۸/ اپریل کو مزار اعلیٰ حضرت سے متصل "مسجد رضا" میں منظر اسلام کے اساتذہ کرام اور طلبہ کی طرف سے ماہر رضویات کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے شاندار استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا ---- سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ علامہ محمد سبحان رضا خاں صاحب سعادت حج کی غرض سے حرمین شریفین گئے ہوئے تھے اس لئے مولانا محمد تسلیم رضا خاں صاحب نے صدارت فرمائی جبکہ منظر اسلام جامعہ رضویہ کے صدر المدرسین علامہ محمد نعیم اللہ بہرائچی، علامہ محمد مظہر الحق، مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، مولانا عبدالرحمٰن اور دیگر اساتذہ کے علاوہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے بھی خطاب کیا اور ماہر رضویات کی دینی و علمی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اس موقع پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت اور قائم مقام سجادہ نشین مولانا تسلیم رضا خاں نوری صاحب اور منظر اسلام جامعہ رضویہ کے طلبہ کی طرف سے الگ الگ سپاس نامہ پیش کئے گئے جس میں ان کی خدمات کو سراہا گیا جو بارگاہ رضویہ میں ان کے مقام و مرتبہ کی بین دلیل ہے ---- اہل محبت کے استفادہ کی غرض سے ان سپاس ناموں کا عکس طبع کیا جارہا ہے (جبکہ ان کی اصل ادارہ میں محفوظ ہے) اس موقع پر علامہ مفتی تحسین رضا خاں (نبیرہ مولانا حسن رضا و شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی) نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ توصیف رضا خاں، مولانا غلام مصطفیٰ اشرفی، علامہ بہاء المصطفیٰ، علامہ محمد حنیف رضوی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، مولانا انوار علی خاں مولانا اقبال احمد نوری، مولانا عرفان الحق رضوی، ڈاکٹر سر تاج حسین ایڈووکیٹ اور دیگر اہل علم کے علاوہ تقریباً تمام ہی طلبہ نے ملاقاتیں کیں ----

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد اس سے قبل ۱۹۹۲ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے تھے تو نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خاں منانی میاں صاحب کے قائم کردہ "جامعہ نوریہ رضویہ" بریلی شریف میں شاندار استقبالیہ دیا گیا تھا جس میں علامہ محمد حنیف رضوی نے سپاس نامہ بھی پیش فرمایا تھا اس موقع پر نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا محمد منان رضا خاں اور علامہ تحسین رضا خاں بھی تشریف فرما تھے، اس استقبالیہ کی تفصیلات کیلئے "مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء کراچی" اور "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" بریلی شمارہ دسمبر ۱۹۹۲ء سے رجوع کیا جاسکتا ہے ---- (ادارہ)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں الافغانی

تحریر: محمد ذاکر اللہ درانی الکوزئی ★

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شخصیت ان شخصیات میں نمایاں نظر آرہی ہے جن کو فقہاء اور علماء نے فقیہ، مجدد، امام اور علامہ قرار دیا ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک ایسے سورج ہیں جو وقت ضحیٰ ہی سے اپنی شان و شوکت اور انوار و رفعت دکھا چکے ہیں۔ حضرت امام ابن سعد کاتب عمر الواقدی اپنی مشہور حدیثی کتاب طبقات ابن سعد (۲-۳۴۴) پر حضرت مسروق بن اجدع تابعی کبیر و فقیہ کوفہ سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ:

میں کافی عرصہ حضور انور ﷺ کے صحابہ کرام کی خدمت حاضر ہوتا رہا میں نے ہر صحابی کو (علم و فقاہت کا) ایک عظیم حوض دیکھا بعض ایسے اخاذ و حوض تھے کہ اگر ایک شخص (جتنا بھی پیاسا ہو اور کسی بھی صحابی کے پاس حاضر ہو جائے تو اس شخص کو یہی حوض کا ملا) سیراب کریگا اگر دو پیاسے آجائے تو دو پیاسو کو بھی کافی ہو جائیگا اور اگر دس (سخت پیاسے) آجائیں گے سب کے پیاس بجھ جائیگی اگر سو ہوں تو سو کی پیاس بجھے گی اگر پوری دنیا کے پیاسے اس پر وارد ہو جائیں یقیناً سب کی پیاس ختم ہو جائیگی اور عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہما ان میں سے ایک علم کا حوض تھے۔

فقیر کے نزدیک تو یہ حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ کا اپنے عزیز القدر استاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک تبصرہ تھا جنہوں نے شہر کوفہ میں (۴۰۰۰) کی تعداد میں محدثین اور (۴۰۰) سے زائد فقہاء و مفتیان کرام اپنے شاگرد بطور یادگار چھوڑے تھے۔

دیوبندی مکتب فکر کے مشہور عالم مولوی محمد یوسف بنوری صاحب نے امام اہل سنت والجماعۃ اور شیخ المشائخ امام محمد زاھد الکوثری علیہ الرحمۃ پر اس مذکور کا اطلاق کیا لیکن میں کہوں گا کہ امام اہل سنت مجدد الملۃ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں القندھاری درانی یوسف زئی ثم بریلوی علیہ الرحمہ کو عصر آخر میں اس کا مصداق قرار دیا جائے تو انصاف ہوگا اور ان کی شان میں غلو اور اجحاف نہ ہوگا اسلئے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

مثل امتی کمثل المطر لایدریٰ اولھا
خیراً م آخر ھا خیر. او کما قال
میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ
معلوم نہیں آخری حصہ بہتر ہے یا اول حصہ

دوسری یہ بات ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقاہت و نباہت ان کی کتابوں سے معلوم ہو جاتی ہے مثلاً مفتیان کرام میں سے بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو کہ مافی الورق کے مطابق جواب دیتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت کی شان ممتاز اور بہت ہی ممتاز نظر آرہی ہے۔ جب مستفتی سوال پوچھتا ہے تو اعلیٰ حضرت سوال کا جواب کافی علمی انداز سے دیتے ہیں لیکن جو

★ (معین وزارۃ الشہداء والمعلین (سابقاً) افغانستان)

جوانب سوال میں مذکور نہ ہوں ان کا بھی جواب دیکر فقیر و عی شخص کو مستغنی عن السوال فرماتے ہیں مثلاً اعلیٰ حضرت کے زمانے مین اسلامی اقتصاد کے حوالے سے ایک کٹھن مسئلہ آیا تھا جس میں علماء وقت حیران رہ گئے، اس حوالے سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا فتویٰ بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے نوٹ کو ایک عام مکتوب کی طرح قرار دیا اور زکوٰۃ وغیرہ مسائل میں سکوں (لوہے کا روپیہ) کے قائل ہوگئے جس کی وجہ سے مسلمان ملت کو کافی مشکلات کا سامنا ہوا اسلامی اقتصاد پر ایک منفی اثر پڑا لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "کفل الفقیه الفاھم" کے نام سے فتویٰ تحریر فرما کر علماء عرب و عجم کو متحیر کردیا---یقیناً علماء کو جو قنوط اور مایوسی محسوس ہوئی تھی مجدد برحق نے کفل الفقیہ سے علماء کی مایوسی کا ازالہ فرمادیا ساتھ ہی اسلامی اقتصاد کا عظیم مسئلہ حل فرماکر اور ثابت کیا کہ اسلامی امت پر ابھی قحط الرجال کا زمانہ نہیں آیا ہے ایسے فقہاء کرام موجود ہیں جن کی تحریر دیکھ کر نیک سلف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

افسوس صد افسوس کہ بر صغیر کے مسلمانان نے اپنے محسنین کی پہچان نہیں کی----اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے خلاف منکرین و مخالفین حضرات نے بہت زیادہ سعی باطل کی ان کی عالمی شخصیت کو مختلف الزامات لگائے۔ دوسری جانب اہل سنت والجماعت کے جاہل و عوامی طبقے نے ایسے اعمال سنیت کے نام سے انجام دیئے جس کی وجہ سے مجدد برحق جیسی شخصیت کی صحیح شہرت مجروح ہوگئی۔ لیکن اللہ جل جلالہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اور رضا فاؤنڈیشن اور ان کے چلانے والے سرپرست علماء کرام نہایت شغف واخلاص کیساتھ یہی امام احمد رضا کے علمی کارناموں کا پرچار کررہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے تاکہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت وعلوم نافعہ کو کماحقہ اجاگر کریں۔

آخر میں کہونگا کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

من کان للہ کان اللہ لہ

جو اللہ جل جلالہ کا ہو جائے اللہ جل جلالہ بھی ان کا ہو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی یہ ایک بین کرامت ہے جس سے کوئی اپنا اور اجنبی انکار نہیں کر سکتا کہ اعلیٰ حضرت نے سرزمین ہند پر مصطفےٰ علیہ السلام کے علم ونسب وشان وحسب کا دفاع کیا اللہ جل جلالہ نے اسی (۸۰) سال بعد ایسے لوگسے ان کی شخصیت کا دفاع کرایا کہ جنہوں نے نہ تو اعلیٰ حضرت کو دیکھا نہ ان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے شاگرد ہیں اسی کو غیبی مدد کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام عہدیداران اور کارکنوں کو سلامت رکھے تاکہ اعلیٰ حضرت کا علم خوب عام کرتے رہیں۔

فاضل بریلوی اور علمأِ مــر داد

(مکہ مکرمہ)

تحقیق، محمد بہاء الدین شاہ ★

﴿قسط دوم﴾

(۶) شیخ الخطباء شیخ عبداللہ مرداد (م ۱۲۷۱ھ)

مسجد الحرام کے خطباء وائمہ کے سرپرست، مدرس، علم فرائض کے ماہر شیخ عبداللہ بن محمد صالح بن سلیمان بن محمد صالح بن محمد مرداد علم وعرفان اور ریاضت وعبادت میں نمایاں تھے۔ آپ عالم با عمل، نیک خصلت، مسلمانوں کی بھلائی کے طلبگار، علائق دنیا سے بیزار، قناعت پسند، خوش اخلاق، متواضع، دلوں کو مائل کرنے والے اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ تقریباً ۱۲۱۰ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ دیگر علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ قرآن مجید حفظ کیا اور مسجد الحرام میں نماز تراویح کی امامت کی سعادت سے ہمکنار ہوئے۔ آپ نے متعدد اہم کتب کے متون حفظ کیئے اور اپنے مشائخ کو سنائے۔ آپ نے عمر بھر طلب علم کے لئے دامن پھیلائے رکھا اور اس دور کے اکابر مشائخ سے علوم اخذ کئے۔ ان میں ولیٔ کامل علامہ سید یاسین میر غنی بن سید عبداللہ مجوب (۱۰) بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ نیز شیخ عبدالرحمٰن جمال الکبیر (۲۱) وغیرھا علماء سے فقہ، حدیث، تفسیر، فرائض، مناسخات، اصول، لغت، معانی، بیان، بدیع، منطق، حروف، اسماء اور اوفاق وغیرہ علوم حاصل کر کے ان سب میں سند تکمیل حاصل کی (۲۲)۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ محقق شیخ محمد بن جی مکی حنفی شامل ہیں (۲۳) شیخ عبداللہ مرداد نے حصول علم کے بعد مسجد الحرام میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا جہاں پر لاتعداد تشنگان علم نے آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر اپنی پیاس بجھائی۔ آپ کے تلامذہ میں علامہ شیخ عبدالرحمٰن جمال (۲۴)، مفتی سید احمد بن مفتی سید عبداللہ میر غنی (۲۵)، علامہ شیخ عبدالقادر خوقیر (۲۶) شیخ احمد بیت المال (۲۷)، قاضی طائف شیخ بحر کمال، علامہ عبدالقادر بجی طائفی اور سید ابراہیم بن مفتی سید عبداللہ میر غنی (۲۸) جیسے جلیل القدر علمائے عصر شامل ہیں۔

ان دنوں مفتی سید عبداللہ میر غنی رحمۃ اللہ علیہ (۲۹) ''مفتی مکہ'' اور شیخ عبداللہ مرداد رحمۃ اللہ علیہ ان کے معاون تھے۔ اس دوران متعدد بار ایسا ہوا کہ مفتی سید عبداللہ میر غنی زیارت روضہ رسول اللہ ﷺ کے لئے مدینہ منورہ چلے جاتے تو ان کی عدم موجودگی میں شیخ عبداللہ مرداد قائم مقام مفتی ہوتے اور خود فتاوے جاری کرتے۔ ایک موقعہ پر گورنر حجاز (۳۰) نے کسی بات پر مفتی سید عبداللہ میر غنی کو معزول کر دیا اور یہ منصب شیخ عبداللہ مرداد کے سپرد کرنا چاہا تو آپ نے اسے قبول نہیں کیا جس پر یہ ایک اور عالم شیخ محمد حسین کتبی (۳۱) کے حوالے کر دیا گیا۔

شیخ الخطباء مصطفیٰ مرداد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال

★ (ناظم بہاء الدین زکریا لائبریری، چکوال)

۱۲۶۴ھ پر شیخ عبداللہ مرداد "شیخ الخطباء والائمۃ" بنائے گئے اور اپنی وفات تک اس پر فائز رہے۔

شیخ عبداللہ مرداد فن خطاطی سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے جو آپ نے علامہ سید محمد عثمان میر غنی رحمتہ اللہ علیہ (۳۲) سے سیکھا اور اکابر علماء کرام کی متعدد ضخیم کتب کو انتہائی لگن سے خوبصورت کتابت میں نقل کیا۔ آپ اعلاء کلمۃ الحق میں کسی لومۃ لائم سے کام نہ لیتے، اور لوگوں کے مسائل و معاملات کے حل میں گہری دلچسپی لیتے، آپ ہمہ اوقات انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے مستعد رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال پر اہل مکہ نے شدید رنج والم محسوس کیا۔ بالخصوص مفتی سید عبداللہ میر غنی نے فرمایا کہ اگر میری اپنی اولاد میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو یقیناً مجھے اتنا غم نہ ہوتا جتنا عبداللہ مرداد کی وفات سے ہوا۔ آپ نے ۱۲۷۱ھ ماہ ذوالحجہ کے وسط میں وبائی مرض کے باعث مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا بیماری کے دوران صبر و تحمل سے کام لیا اور اپنے معمولات کو ہر ممکن جاری رکھا۔ زندگی کے آخری دن نماز ادا کر کے واپس گھر تشریف لائے اور تھوڑی دیر بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ قبرستان المعلی میں مرداد خاندان کے مخصوص و مشہور احاطہ میں دفن ہیں۔ آپ کے دو بیٹو میں ایک شیخ احمد ابوالخیر مرداد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۳۳)

(۷) شیخ الخطباء شیخ عبدالعزیز مرداد (م ۱۲۷۵ھ)

شیخ عبدالعزیز بن محمد صالح بن سلیمان بن محمد صالح بن محمد مرداد حنفی اپنے دور کے ایسے اکابر فضلاء میں سے تھے جنھوں نے ہمیشہ قناعت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنائے رکھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے دور کے جید علماء کرام سے مختلف علوم پڑھے۔ نیز عبادات سے متعلق ضروری مسائل کو حفظ کیا اور حروف، اوفاق، اسماء وغیرہ علوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ ۱۲۷۱ھ میں آپ کے بڑے بھائی شیخ عبداللہ مرداد رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو آپ "شیخ الخطباء والائمۃ" بنائے گئے۔

شیخ عبدالعزیز مرداد رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کرام میں سے تھے، آپ عابد و زاہد، رات کو نوافل پڑھنے والے، تہجد گزار اور بکثرت عبادت گزار تھے۔ پروقار اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے فن خطاطی بھی سیکھا اور متعدد ضخیم کتب کو بڑی سرعت وضبط کے ساتھ نقل کیا۔ شیخ عبدالعزیز مرداد نے ۱۵، شوال ۱۲۷۵ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور المعلی میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ نے ایک بیٹا عباس یادگار چھوڑا۔ (۳۴)

(۸) امام حرم شیخ محمد صالح مرداد (م ۱۲۸۰ھ)

حرم مکی کے امام و مدرس شیخ محمد صالح بن سلیمان بن محمد صالح بن محمد مرداد رحمہم اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور حصول تعلیم کے لئے قاضی علامہ عبدالرحمٰن جمال حنفی مکی، علامہ عمر عبدالرسول (۳۵) اور قاضی مفتی علامہ عبدالحفیظ عجیمی (۳۶) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپ خداداد ذہانت اور قوی یادداشت کے مالک تھے۔ آپ کی زندگی کا غالب حصہ استغفار میں گزرا حتیٰ کہ ۱۲۸۰ھ میں دوران سفر ہی انتقال فرمایا، آپ نے نوے برس سے زائد عمر پائی شیخ محمد صالح مرداد کے دو جلیل القدر فرزندوں، شیخ الخطباء عبدالعزیز مرداد اور شیخ الخطباء عبداللہ مرداد نے آپ کی زندگی میں وفات پائی۔ امیر مکہ شریف یحیٰ بن شریف سرور (۳۷) آپ کا عقیدت مند تھا اور آپ اس کے امام رہے۔

شیخ محمد صالح مرداد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً ۳۵ فرزند عطا فرمائے اور ان سب نے آپ کی زندگی میں ہی وفات پائی۔ شیخ الخطباء عبدالعزیز مرداد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بیٹوں میں سب سے آخر میں وصال فرمایا۔(۳۸)

(۹) شیخ الخطباء شیخ سلیمان مرداد (م ۱۲۹۳ھ)

شیخ سلیمان بن عبدالمحطی بن محمد مرداد بن محمد صالح بن محمد مرداد رحمہم اللہ تعالیٰ بھی مکہ مکرمہ کے اکابر علماء کرام میں سے تھے۔ ۱۲۷۵ھ میں شیخ عبدالعزیز مرداد کی وفات کے چالیس روز بعد امیر مکہ شریف عبداللہ نے ان کی جگہ شیخ سلیمان مرداد کو ''شیخ الخطباء'' مقرر کیا جس پر آپ اپنی وفات ۱۲۹۳ھ تک خدمات انجام دیتے رہے۔(۳۹)

(۱۰) امام حرم شیخ محمد علی مرداد (م ۱۲۹۴ھ)

شیخ محمد علی بن شیخ الخطباء والائمہ سلیمان بن عبدالمحطی بن محمد صالح مرداد حنفی مکہ مکرمہ میں ۱۲۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے فاضل اجداد کی طرح قرآن مجید حفظ کیا نیز دیگر شرعی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ نے مشائخ کی کثیر تعداد سے پڑھا، ان میں شیخ جمال (۴۰)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی (۴۱)، شیخ عبدالرحمٰن جمال اور سید عبداللہ کوجک (۴۲) اہم ہیں، جن سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا اور سند روایت حاصل کی۔

شیخ محمد علی مرداد جلیل القدر فقیہ تھے۔ آپ مسجد الحرام میں امام و خطیب اور مدرس رہے۔ آپ اعلیٰ اوصاف و فضائل سے متصف تھے۔ ۱۲۹۴ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور المعلیٰ میں احاطہ مرداد میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کے دو بیٹے تھے، شیخ امین اور شیخ صالح، اول الذکر بلند پایہ عالم دین تھے۔(۴۳)

(۱۱) امام حرم شیخ امین مرداد (م ۱۳۴۲ھ)

شیخ امین بن محمد علی بن سلیمان بن عبدالمحطی بن محمد بن محمد صالح مرداد حنفی رحمہم اللہ تعالیٰ کی ولادت ۱۲۷۷ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوئی یہیں پر تعلیم و تربیت حاصل کی، قرآن مجید حفظ کیا اور متعدد اکابر علماء و فضلاء مکہ سے مختلف علوم پڑھے۔ ان میں آپ کے والد کے علاوہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، شیخ حسن طیب (۴۴)، مولانا حضرت نور پشاوری (۴۵)، ملا یوسف ہندی، حافظ عبداللہ ہندی (نابینا) اہم اساتذہ میں سے ہیں جن سے آپ نے مسجد الحرام میں تعلیم پائی۔ جب آپ کے والد شیخ محمد علی مرداد رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا تو ان کی جگہ آپ کو مسجد الحرام کی امامت و خطابت کی ذمہ داری سونپی گئی جسے آپ نے احسن طریقہ سے انجام دیا۔ بعد ازاں آپ مکہ مکرمہ کے محکمہ عدل میں قاضی مقرر کیے گئے نیز امیر مکہ شریف حسین بن علی نے آپ ''مجلس تعزیرات الشرعیہ'' کا رکن نامزد کیا (۴۶)

شیخ امین مرداد رحمۃ اللہ علیہ وسیع معلومات کے حامل، متواضع، عابد و زاہد تھے۔ بالعموم مسجد الحرام میں حاضر رہتے اور فرض نمازیں باجماعت ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ مسجد میں قیام کے دوران نماز و تلاوت یا طلباء کو درس دینے میں مشغول رہتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چار بیٹے پیچھے چھوڑے (۴۷)۔ محمد امین، حسین، عبداللہ اور یحییٰ، اوالذکر تینوں بیٹے محکمہ تعلیم میں اور آخر الذکر محکمہ عدل میں مصروف عمل ہوئے۔ مسجد الحرام میں، شیخ امین مرداد کا حلقہ درس باب باسطیہ اور باب قطبی کے درمیان برآمدہ میں منعقد ہوتا تھا جس میں آپ فقہ حنفی اور تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ عمر عبدالجبار نے نماز جمعہ کے موضوع پر دیئے گئے آپ کے ایک درس کو

اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ مسجد حرم کے امام و خطیب اور مدرس شیخ امین مرداد حنفی نے ۱۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ (۴۸)

(۱۲) شیخ الخطباء شیخ احمد ابوالخیر مرداد (م ۱۳۳۵ھ)

محمد سعید عامودی واحمد علی لکھتے ہیں کہ مرداد خاندان مکہ مکرمہ کا ایک معزز گھرانہ ہے اور اس میں بہت سے افراد نے علم و فضل میں شہرت پائی۔ اسی خاندان میں شیخ احمد بن عبداللہ بن صالح بن سلیمان بن محمد صالح بن مرداد نے ۱۲۵۹ھ میں جنم لیا، اپنے والد وغیرہ سے علوم حاصل کیئے اور مسجد الحرام میں امام و خطیب اور مدرس مقرر ہوئے۔ پھر ۱۲۹۳ھ میں شیخ الخطباء بنے اور اس منصب پر ۱۲۹۹ھ تک رہے۔ آپ نے ۱۳۳۵ھ میں وفات پائی۔ (۴۹) آپ کے اساتذہ میں آپ کے ماموں شیخ عبدالرحمٰن جمال حنفی (م ۱۲۹۰ھ)، علامہ سید عبداللہ کو جک حنفی (۵۰) اور مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی (۵۱) شامل ہیں۔

مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی (۵۲) رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الخطباء احمد ابوالخیر مرداد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے دونوں نے شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں اکٹھے تعلیم حاصل کی تھی۔ شیخ عبدالرحمٰن سراج جب کبھی (اپنے وطن) طائف تشریف لے جاتے تو ان کی عدم موجودگی میں "مفتی احناف" کی ذمہ داریاں شیخ احمد ابوالخیر انجام دیتے (۵۳)۔ اور جب ۱۲۹۸ھ میں امیر مکہ شریف عبدالمطلب نے شیخ احمد عبدالرحمٰن سراج حنفی کو معزول کر کے یہ منصب مستقل طور پر شیخ احمد ابوالخیر جو اس وقت "شیخ الخطباء" تھے، ان کے سپرد کرنا چاہا تو آپ نے قبول نہیں کیا (۵۴) دوسری بار ۱۳۱۱ھ میں امیر مکہ شریف عون (۵۵) نے آپ کو مفتی احناف مقرر کرنا چاہا تو آپ نے پھر معذرت کر دی جس پر امیر مکہ نے شیخ عبداللہ بن عباس صدیق حنفی (۵۶) کو مفتی احناف تعینات کر کے ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ شیخ احمد ابوالخیر مرداد کی رہنمائی میں اس کی ذمہ داریاں انجام دیں گے۔ (۵۷)

آپ کے شاگردوں میں شیخ درویش عجیمی (۵۸)، شیخ علی ابوالخیر شافعی (۵۹) اور شیخ عبداللہ لبنی (۶۰) و شیخ محمد مزمل (۶۱) مکہ مکرمہ کے اہم علماء میں سے ہوئے۔ دیگر شاگردوں میں شیخ محمد عبدالباقی لکھنوی مدنی (م ۱۳۶۴ھ)، علامہ سید عبدالحئی کتانی مراکشی (م ۱۳۸۲ھ) اور شیخ عمر حمدان محرسی مدنی (م ۱۳۶۸ھ) شامل ہیں۔

حرمین شریفین میں نظام تعلیم

خلافت عثمانیہ کے دور میں مسجد نبوی مدینہ منورہ اور مسجد حرم مکہ مکرمہ میں درس و تدریس کا منظم طریقہ کار تھا۔ مدینہ منورہ کے ایک باشندے سید علی حافظ (۶۲) جنہوں نے خود مسجد نبوی میں بیٹھ کر تعلیم مکمل کی اور ادب، شاعری، صحافت وسیاست وغیرہ میں اہم خدمات انجام دیں، ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی نے ایک طویل عرصے تک اسلامی یونیورسٹی کا کردار ادا کیا، جہاں اسلامیات، عربی زبان، تاریخ، فلکیات، ریاضی، فلسفہ اور دوسرے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ بہت سے عالم، سائنس داں، فلاسفر، ریاضی داں، ہیئت داں، ادیب اور شاعر اس مسجد سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ عام طور سے یہ مضمون پانچوں وقت کی نماز کے بعد یا ان کے درمیانی وقفوں میں پڑھائے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو سوائے حج کے لئے مکہ معظمہ جانے کے علاوہ کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں نکلے فلکیات پر ایک کتاب لکھی

تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون مسجد نبوی میں پڑھایا
جاتا تھا۔ ترکی دور حکومت کے آخری سالوں میں باقاعدہ اسکول
کھولے گئے اور لوگ رفتہ رفتہ تعلیم کے لئے مسجد سے ان
اسکولوں کی طرف منتقل ہوتے گئے۔ اس طرح مسجد نبوی کا کام
تعلیم کی طرف رہنمائی کرنے والی یونیورسٹی کی حیثیت سے کم
ہوتا چلا گیا۔ (۶۳)

مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں بھی خلافت عثمانیہ بلکہ ہاشمی
عہد تک نظام تعلیم اسی طرز و معیار کا تھا۔ مکہ مکرمہ کے ایک
باشندے حسین عرب (۶۴) جنہوں نے حرم مکی سے تعلیم کا
آغاز کیا، اس کے تعارف پر ایک مضمون "الکراسی الدیجیہ فی
المسجد الحرام" کے عنوان سے اور وہاں کے ایک اور باشندے عمر
عبدالجبار نے ایک مستقل کتاب "صوَر من ماضی التدریس
فی المسجد الحرام" لکھی (۶۵)۔ ماضی قریب تک حرم مکی
میں درس و تدریس کے معیار کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا
ہے کہ مکہ مکرمہ کے ایک باشندے شیخ احمد محمد جمال (
۱۳۴۳ھ...... ۱۴۱۳ھ) نے پرائمری اسکول تک تعلیم پائی پھر
حرم مکی میں علامہ سید علوی مالکی (۶۶) کے حلقہ درس میں
شامل ہوئے، جہاں سالہا سال ان کے شاگرد خاص رہے اور
تمام علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کیا اور ملک عبدالعزیز
یونیورسٹی جدہ میں ثقافت اسلامیہ کے پروفیسر تعینات ہوئے
پھر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں علم تفسیر کے استاد ہوئے۔
مختلف اسلامی تنظیموں کے رکن بنے اور متعدد ممالک میں عالمی
کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ۱۳۷۷ھ میں پنجاب یونیورسٹی
لاہور میں اسلامیات کے موضوع پر منعقد ہونے والی عالمی
کانفرنس میں شرکت کیلئے پاکستان آئے۔ شیخ احمد محمد جمال کی
بتیس تصانیف شائع ہو چکی ہیں اور ابھی کچھ غیر مطبوعہ ہیں
(۶۷)۔ آپ کے حالات پر زہیر محمد جمیل کتبی مکی نے ایک
ضخیم کتاب لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

مرداد خاندان کے افراد نے حرم مکی میں قائم اس
اسلامی یونیورسٹی سے نہ صرف خود علوم حاصل کئے اور اکابر علماء
میں شمار ہوئے۔ بلکہ انہوں نے لگ بھگ دو صدیوں تک اس
میں مدرسین کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور ساتھ ہی
ساتھ امامت و خطابت کی سعادت حاصل کی۔

علمائے کرام کے مناصب :

مرداد خاندان کے زیر تذکرہ علماء کرام کے دور میں
حجاز مقدس ترکوں کی قائم کردہ خلافت عثمانیہ کا ایک حصہ تھا
اور حکومت نے حرمین شریفین میں نظام تعلیم اور دیگر مذہبی
امور کو احسن طریقے سے جاری رکھنے کے لئے علماء کرام کی ذمہ
داریوں کو مختلف مناصب کے تحت تقسیم کر رکھا تھا۔ اور خلیفہ
عثمانی کی طرف سے امیر مکہ (گورنر مکہ)، اعلیٰ عہدیداران اور
مذہبی شخصیات سے مشورے کے بعد ان پر علماء کرام کا تقرر
کرتا تھا۔ ان مناصب کا نام یہ تھے، شیخ السادۃ، شیخ العلماء، شیخ
الخطباء، امام احرم، خطیب حرم، مدرس حرم، مفتی احناف، مفتی
مالکیہ، مفتی شافعیہ، مفتی حنابلہ، مفتی مکہ اور قاضی مکہ وغیرہ۔
ان تمام مناصب کی اہمیت و فضیلت محتاج بیان نہیں۔ خلافت
عثمانیہ جو بوسینا سے مصر تک آج کے متعدد ممالک پر محیط تھی
صرف مفتی احناف مکہ مکرمہ کے منصب کو ہی دیکھا جائے تو
بقول محمد علی مغربی خلافت عثمانیہ میں فقہ حنفی نافذ تھی او
سرکاری احکامات اسی کے تحت جاری کئے جاتے تھے۔ اس بنا
مکہ مکرمہ کے مفتی احناف کا منصب خاص اہمیت و عظمت رکھ
تھا (۶۸)۔ مرداد علماء کرام مذکورہ بالا مناصب میں سے متعدد

فائز رہے جن میں "شیخ الخطباء والائمہ" سب سے اہم منصب ہے جو حرم شریف کے تمام ائمہ و خطباء کے نگراں و سرپرست ہوتے تھے۔ جو مرداد علماء کرام اس منصب جلیل پر مامور رہے ان کے اسماء گرامی کی ترتیب وار فہرست اس طرح سے ہے:

☆...... شیخ عبدالرحمٰن مرداد رحمۃ اللہ علیہ، ۱۱۶۵ھ سے ۱۲۰۷ھ تک شیخ الخطباء رہے۔

☆...... شیخ عبداللہ مرداد، ۱۲۰۷ھ...... ۱۲۵۷ھ

☆...... شیخ مصطفیٰ مرداد، ۱۲۵۷ھ...... ۱۲۶۴ھ

☆...... شیخ عبداللہ مرداد، ۱۲۶۴ھ...... ۱۲۷۱ھ

☆...... شیخ عبدالعزیز مرداد، ۱۲۷۱ھ...... ۱۲۷۵ھ

☆...... شیخ سلیمان مرداد، ۱۲۷۵ھ...... ۱۲۹۳ھ

☆...... شیخ احمد ابوالخیر مرداد، ۱۲۹۳ھ...... ۱۲۹۹ھ

ماضی میں حرمین شریفین، پورے عالم عرب اور اسلامی دنیا میں مرداد علماء کرام کے علم و فضل میں نمایاں مقام کی یہ بیّن دلیل ہے کہ اس کے سات علماء کرام ۱۱۶۵ھ سے ۱۲۹۹ھ تک مسلسل ۱۳۴-برس تک مکہ مکرمہ مسجد الحرام کے اعلیٰ ترین منصب "شیخ الخطباء والائمہ" پر خدمات انجام دیتے رہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فاضل بریلوی اور شیخ احمد ابوالخیر مرداد:-

۱۳۲۳ھ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین حاضر ہوئے تو محدث کبیر مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا عبدالاحد سورتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ان ایام میں احمد راتب پاشا گورنر حجاز اور شریف علی پاشا امیر مکہ تھے (۶۹) ترک کمزور پڑ چکے تھے خلافت عثمانیہ آخری سانس لے رہی تھی۔ یاد رہے کہ حجاز مقدس میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں ہوا اور وہاں پر ہاشمی مملکت قائم ہو گئی جو ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء میں ختم ہوئی اور پھر سعودی دور کا آغاز ہوا۔

فاضل بریلوی جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ان ایام میں شیخ احمد ابوالخیر مرداد اس شہر مقدس کے تین اکابر علماء کرام میں سے ایک تھے۔ مقامی علماء کرام سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں ان کے ساتھ علمی مجالس اور پھر تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی دوران بعض سائلین کے سوالات اور وہاں کے اکابر علماء کرام کی خواہش پر آپ نے ۲۵-ذوالحجہ کو رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر عربی میں کتاب "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کے تاریخی نام سے لکھنا شروع کی۔ اسی روز فاضل بریلوی اور شیخ احمد ابوالخیر کے درمیان ایک ملاقات ہوئی جس کی تفصیل فاضل بریلوی نے خود یوں بیان فرمائی:

"میں نے اس رسالہ (الدولۃ المکیہ) میں غیوب خمسہ (۷۰) کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصد تکمیل کہ آج ہی ہو، میں لکھ رہا ہوں۔ حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں، میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اول ختم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے حضرت شیخ الخطباء نے اول تا آخر سن کر فرمایا! اس میں علم خمس کی بحث نہ آئی، میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی۔ فرمایا! میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو، میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا تو حضرت موصوف نے باآں فضل و کمال باآں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی، یہ لفظ فرمائے کہ:

"انا اقبل ارجلکم، انا اقبل انعالکم"
میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں، میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔
یہ میرے حبیب کریم ﷺ کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقت کی یہ وقت! میں واپس آیا اور شب ہی میں بحث خمس کو بڑھایا"۔ (۷۱)

الدولۃ المکیہ مکمل ہونے پر حرمین شریفین اور دیگر اسلامی دنیا کے جن اکٹھ سے زائد علماء کرام (۷۲) نے اس پر تقاریظ لکھیں ان میں شیخ احمد ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ آپ نے تقریظ میں کتاب کے مندرجات کی بھرپور تائید کی اور اس کے مصنف کو ان القاب سے یاد کیا:

"العلامة الامام النبيل الذكى الهمام و رائس المؤ لفين فى زمانه و امام المصنفين بحكم اقرانه۔۔۔" (۷۳)

اس طرح شیخ احمد ابو الخیر نے فاضل بریلوی کو لقب "امام" سے ملقب کیا اور تقریظ کے آخر میں آپ کی سلامتی کے لئے دعائیہ کلمات لکھے۔

اور جب فاضل بریلوی نے خطۂ ہند میں پیدا ہونے والے بعض نئے فرقوں کے عقائد کو قلم بند کر کے "المعتمد المستند" کے نام سے کتابی صورت میں اسی سفر حرمین شریفین کے دوران عرب علماء کرام کے سامنے پیش کیا تو اس پر وہاں کے جن ۳۳ جلیل القدر علماء کرام نے ان جدید فرقوں کے بارے میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے تقاریظ لکھیں ان میں شیخ احمد ابو الخیر مرداد رحمتہ اللہ بھی شامل ہیں۔ آپ مقفیٰ و مسجع عربی میں تقریظ لکھتے ہوئے فاضل بریلوی کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ!

"احمد رضا خاں اسم ہاشمی ہیں، یعنی احمد رسول اللہ ﷺ احمد رضا خاں پر راضی و خوش ہیں"۔ (۷۴)

(۱۴) مدرس حرم شیخ محمد سعید ابو الخیر مرداد (م ۱۳۵۳ھ)

علامۃ العصر شیخ الخطباء شیخ احمد ابو الخیر مرداد کے چھوٹے فرزند شیخ محمد سعید مرداد ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کرنے کے علاوہ اخلاق و شائستگی کی اعلیٰ تربیت پائی۔ پھر مدرسہ صولتیہ میں داخل ہوئے اور تعلیم مکمل کی (۷۵)۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی کا اسم گرامی اہم ہے (۷۶)۔ شیخ محمد سعید مرداد ہاشمی و سعودی عہد میں حکومت کے اہم ادارے "هيئة التد قيقات" جواب "هيئة التميز" کہلاتا ہے اس۔۔۔ رکن رہے بعد ازاں سعودی عہد میں وزارت اوقاف کے ممبر ہوئے۔

آپ نے ۱۳۵۳ھ میں وفات پائی اور چار بیٹے شیخ یحیٰ، شیخ حسین، شیخ عبد القادر اور شیخ محمد یادگار چھوڑے۔

شیخ محمد سعید طویل قد اور نحیف جسامت کے مالک تھے۔ آپ مہربانہ مزاج، صاف گو، سنتوں کے محافظ، سلام کا گرمجوشی سے جواب دینے والے، چلنے میں بردبار، عیادت کرنے والے اور بکثرت جنازہ کے ساتھ جانے والے وغیرہ اوصاف میں نمایاں تھے۔ آپ نے قرآن مجید کے علاوہ مختلف اہم کتب کے متون بھی حفظ کر رکھے تھے جو اس عہد میں طالب علم کے لئے ضروری اور بنیاد تھے۔ چنانچہ آپ درس دے رہے ہوتے تو طلباء کے ہاتھوں میں کتاب موجود ہوتی لیکن دوران تدریس آپ متن دیکھنے کے محتاج نہ تھے۔ آپ صبح کی نماز مسجد حرام کے باب صفا کے قریب برآمدہ میں ادا کرتے اس کے بعد خوش الحانی سے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے پھر طلباء آجاتے اور

آپ درس دینا شروع کر دیتے۔ عمر عبدالجبار نے آپ سے سنے ہوئے دروس میں سے ایک اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ شیخ محمد سعید اپنے درس کے ذریعے طلباء میں مومن کی صفات اجاگر کرنے کی ہر ممکن سعی کرتے اور اس پہلو پر بطور خاص توجہ دیتے------

اللہ تعالیٰ شیخ محمد سعید ابوالخیر پر رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی نسل کو سلامت رکھے اور اسے توفیق دے کہ وہ اس کریم گھرانہ کو جو کہ زہد و تقویٰ، علم و فضل اور رشد و ہدایت میں نمایاں ہے، اپنے آباء کی اقتدا کرتے ہوئے جہالت کے اندھیروں کو ختم کرنے میں اپنا کردار جاری رکھے۔ (۷۷)

حوالے و حواشی

(۲۰) ولیٔ کامل سید محمد یاسین حسنی کی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے علاوہ فقیہ مکہ شیخ طاہر سنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ)، شیخ عثمان شامی، مفتی عبدالملک قلعی (م ۱۲۲۸ھ)، شیخ مصطفیٰ رحمتی، سید احمد جمل اللیل اور علامہ محدث صالح فلانی عمری مدنی سے تعلیم حاصل کی۔ امیر مکہ نے عارف باللہ سید محمد یاسین کو مفتی احناف کا منصب پیش کیا جسے آپ نے قبول نہیں فرمایا اور یہ آپ کے بھتیجے سید عبداللہ بن ابراہیم میر غنی کے سپرد کیا گیا۔ سید محمد یاسین نے ۱۲۵۱ھ یا ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ میں اپنے خاندان کے مخصوص احاطہ میں جو کہ طبری خاندان کے احاطہ سے قریب ہے، اس میں دفن ہوئے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں ان میں، شرح علی منسک ملتقی الابحر، شرح علی الجوھر المکنون شامل ہیں (نشر النور، ص ۴۹۲۔۴۹۳ ملخصا)

(۲۱) شیخ عبدالرحمٰن جمال الکبیر (م ۱۲۴۹ھ) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے سید محمد تونسی و دیگر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ شریف غالب امیر مکہ کے دور میں قاضی جدہ رہے۔ شیخ عبداللہ مرداد کی شادی آپ کی دختر سے ہوئی اور شیخ احمد ابوالخیر مرداد آپ کے نواسے ہیں۔ (نشر النور، ص ۲۴۰)

(۲۲) نشر النور، ص ۳۲۰

(۲۳) شیخ محمد بن جی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے شیخ طاہر سنبل، شیخ عبدالحفیظ عجیمی (م ۱۲۴۵ھ) و علامہ شیخ عبدالملک قلعی وغیرہ اکابر علماء کرام کے ہاں تعلیم پائی۔ مسجد الحرام میں مدرس رہے اور ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔ (نشر النور، ص ۴۱۶.....۴۱۷)

(۲۴) شیخ عبدالرحمٰن جمال رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۰ھ) حنفی عالم و فقیہ تھے۔ حرم مکی میں مدرس رہے۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی احناف شیخ کتبی اور علامہ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۴ھ) بھی شامل ہیں۔ آپ سے اکابر علماء مکہ نے پڑھا ان میں شیخ محمد علی مرداد، شیخ احمد بیت المال اور شیخ احمد ابو الخیر مرداد اہم ہیں۔ (نشر النور، ص ۲۴۰.....۲۴۱)

(۲۵) مفتی سید احمد میر غنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ شیخ محمد مراد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث، تصوف اور فقہ پڑھی۔ ۱۲۹۶ھ میں شریف عبدالمطلب امیر مکہ نے مفتی سید احمد میر غنی کو مفتی احناف کا منصب پیش کیا تو آپ نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ میں سرکاری مجالس میں حاضر ہونے کی پابندی نہیں کروں گا (نشر النور، ص ۱۱۸.....۱۱۹)

(۲۶) شیخ عبدالقادر خوقیر حنفی کے تلامذہ میں شیخ صالح حنفی (م ۱۳۳۲ھ)، شیخ عبدالقادر صابر (م ۱۳۲۳ھ) اور شیخ عبداللہ زبیر حنفی (م ۱۳۲۲ھ) شامل ہیں (نشر النور، ص ۲۷۵) الشیخ عبدالقادر خوقیر کے پوتے شیخ ابوبکر (۱۲۸۴ھ، ۱۳۴۹ھ) بن شیخ محمد عارف امام مسجد الحرام بن علامہ عبدالقادر خوقیر کتبی نے حجاز مقدس کے ہاشمی عہد میں مکہ مکرمہ میں کھلے عام وہابیت کی دعوت دینا شروع کی اس سلسلے میں وہ ہندوستانی وہابیہ سے حصول مدد کے لئے ۱۳۱۳ھ میں ہندوستان آئے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ ابوبکر خوقیر کی ان سرگرمیوں کی بنا پر شاہ حجاز حسین بن علی نے ۱۳۳۹ھ میں انہیں جیل میں ڈال دیا۔ جب حجاز پر آل سعود خاندان کی حکمرانی قائم ہوئی تو ۱۳۴۳ھ

میں شاہ عبدالعزیز آل سعود نے انہیں رہا کیا۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں سیر وتراجم، عمر عبدالجبار ص ۲۲-۲۴)

(۲۷) شیخ احمد امین بیت المال (م ۱۳۲۳ھ) کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد سعید بشارۃ (م ۱۲۸۲ھ)، شیخ جمال مفتی (م ۱۲۸۴ھ) اور علامہ سید احمد دحلان شامل ہیں۔ شیخ احمد امین نے چند کتب تصنیف کیں۔ (سیر وتراجم، ص ۶۴، نشر النور ص ۱۰۳)

(۲۸) سید ابراہیم میر غنی (۱۲۳۵ھ......۱۳۰۲ھ) نے قرآن مجید حفظ کیا اپنے والد کے علاوہ اپنے چچا سید محمد عثمان میر غنی (م ۱۲۶۸ھ) سے بھی علوم اخذ کیئے۔ سید ابراہیم میر غنی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور قبرستان المعلی میں مختص خاندان میر غنیۃ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ (نشر النور، ص ۶۰)

(۲۹) مفتی سید عبداللہ بن محمد بن سید عبداللہ محجوب میر غنی حنفی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جن اکابر علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان میں آپ کے چچا سید محمد یاسین میر غنی، ولیٔ کامل شیخ عمر عبدالرسول (۱۱۸۵ھ......۱۲۴۷ھ)، مفتی شیخ عبدالحفیظ عُجیمی اہم ہیں۔ مفتی سید عبداللہ اپنے استاد شیخ عبدالحفیظ عجیمی حنفی کی وفات پر ۱۲۴۵ھ میں ان کی جگہ "مفتی مکہ" ہوئے اور اپنی وفات ۱۲۷۳ھ تک اس پر تصیات رہے۔ آپ نے دو عالم وفاضل فرزند یادگار چھوڑے، علامہ سید ابراہیم میر غنی اور مفتی سید احمد میر غنی۔ (نشر النور، ص ۳۲۲......۳۲۳)

(۳۰) ان ایام میں خلافت عثمانیہ کی طرف سے حسیب پاشا گورنر حجاز تھے۔ جو ۱۲۶۴ھ کو گورنر ہوئے اور ۱۲۶۶ھ میں معزول کیے گئے۔ (نشر النور، حاشیہ ص ۳۲۲)

(۳۱) مفتی سید محمد حسین کتبی حنفی ۱۲۵۵ھ میں اپنے وطن سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے۔ آپ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ مفتی سید محمد حسین کتبی ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۱ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ آپ ایک سال تک "مفتی مکہ" رہے بعد ازاں استنبول سے خلیفہ عثمانی کے حکم پر مفتی سید عبداللہ میر غنی پھر سے اس منصب پر بحال کیے گئے اور اپنی وفات تک اس پر موجود رہے۔ سید محمد کتبی کی متعدد تصنیفات ہیں جن میں "حاشیہ علیٰ شرح العینی علی الکنز" وغیرہ کتب شامل ہیں۔ (اهل الحجاز بعبقهم التاریخی، حسن عبد الحی قزاز مکی (پ ۱۳۳۸ھ) طبع اول ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، مطبع مؤسسة المدینة للصحافة جدہ، ص ۳۱۸)

(۳۲) علامہ سید محمد عثمان بن عبداللہ بن سید محمد ابی بکر میر غنی ۱۲۰۸ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۸ھ کو طائف میں وفات پاکر مکہ مکرمہ میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے چچا سید یاسین میر غنی وغیرہ اکابر مشائخ شامل ہیں۔ سید محمد عثمان مکہ مکرمہ میں تصوف وصوفیاء کا سلسلہ میر غنیۃ کے شیخ طریقت تھے۔ جب ولیٔ کامل علامہ سید احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو انہوں نے سلسلہ شاذلیہ میں بھی سید محمد عثمان میر غنی کو اجازت عطا فرمائی۔ آپ کی متعدد تصنیفات ہیں ان میں اور ادواذکار پر ایک کتاب اور "شرح فنظومة البیقونیه فی مصطلح الحدیث" وغیرہ شامل ہیں۔ (نشر النور، ص ۴۹۲)

(۳۳) نشر النور، ص ۳۱۹......۳۲۱

(۳۴) ایضاً، ص ۲۶۰......۲۶۱

(۳۵) علامہ ابو حفص عمر بن عبد الکریم بن عبدالرسول رحمہم اللہ تعالیٰ، خاتم المحققین تھے۔ آپ کے مناقب پر آپ کے ایک شاگرد شیخ ابو بکر زرعہ (م ۱۲۶۲ھ) نے ایک کتاب لکھی۔ شیخ عمر ۱۱۸۵ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور حرمین شریفین حاضر ہونے والے مصر وشام کے بکثرت علماء سے فیض پایا۔ آپ نو برس مدینہ منورہ مقیم رہے اور وہاں کے فضلاء سے استفادہ کیا۔ آپ حرم مکی میں مدرس اور کچھ عرصہ قاضی مکہ رہے۔ آپ اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت کرتے تھے۔ علامہ عمر عبدالرسول نے ۲۱ ربیع الاول ۱۲۴۷ھ کو وصال فرمایا اور طبعی عمر میں بھی رسول اللہ ﷺ کی متابعت پائی۔ مسجد الحرام میں علامہ سید یاسین میر غنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ

پڑھائی اور المعلی میں سادات بعلوی کے احاطہ میں قبر نبی۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ حمزہ عاشور، شیخ العلماء شیخ عبداللہ سراج (پ ۱۲۰۰ھ)، علامہ سید محمد سنوسی مالکی مراکشی مکی (م ۱۲۷۶ھ)، مفتی سید عبداللہ میر غنی، مفتی شافعیہ مکہ محمد حبشی (م ۱۲۸۱ھ)، شیخ محمد خضر بصری مکی شافعی (م ۱۲۶۰ھ تقریبا)، شیخ صدیق کمال حنفی مکی (م ۱۲۸۴ھ)، شیخ جمال حنفی مکی (م ۱۲۸۴ھ) اور استنبول میں خلافت عثمانیہ کے شیخ الاسلام شیخ احمد عارف بیگ نیز محدث ہندار تقضی علی عمری صوفی وغیرہ شامل ہیں۔ (نشر النور، ص ۳۷۸......۳۸۰)

(۳۶) شیخ عبدالحفیظ عجمی حنفی مکہ مکرمہ کے ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو علم و فضل میں ممتاز تھا آپ کے دادا مسند حجاز شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۳ھ) مکہ مکرمہ کے کثیر التصانیف علماء میں سے ہیں جن میں متعدد کتب تصوف اور صوفیاء پر ہیں۔ شیخ عبدالحفیظ عجمی ۱۲۲۱ھ میں قاضی مکہ بنے پھر مفتی بنائے گئے۔ آپ کی چند تصانیف ہیں جن پر معاصر علماء مکہ مکرمہ نے تقاریظ لکھیں۔ آپ نے ۲/ربیع الاول ۱۲۴۶ھ یا ۱۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ اس موقع پر مفتی سید عبداللہ میر غنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! آج فقہ، ابو حنیفہ صغیر کے ساتھ دفن ہو گئی۔ (نشر النور، ص ۲۳۱...۲۳۲)

(۳۷) شریف یحیی بن سرور بن مساعد ۱۲۲۸ھ سے ۱۲۴۲ھ تک امیر مکہ رہے۔ (نشر النو، حاشیہ ص ۴۹۰)

(۳۸) نشر النور، ص ۴۸۹......۴۹۰

(۳۹) ایضا، ص ۲۵۶

(۴۰) شیخ جمال (م ۱۲۸۴ھ) بن عبداللہ بن شیخ عمر حنفی، محدث، مفسر، فقیہ، عالم باعمل تھے۔ آپ اپنے دور کے بے نظیر فقیہ تھے۔ اپنے استاد شیخ عبداللہ سراج کی وفات کے بعد ان کی جگہ "شیخ العلماء مکہ" مقرر ہوئے بعد ازاں "مفتی احناف" کا منصب بھی آپ کے سپرد ہوا۔ آپ نے یہ دونوں ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں آپ کی وفات کے بعد علامہ سید احمد دحلان مفتی شافعیہ (م ۱۳۰۴ھ) کو "شیخ العلماء" اور شیخ عبدالرحمن سراج (م ۱۳۱۴ھ) کو "مفتی احناف" بنایا گیا۔ جس روز شیخ جمال نے وفات پائی تو شہر مکہ مکرمہ کے تمام بازار بند ہو گئے اور امیر مکہ شریف عبداللہ سمیت خلق کثیر نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں۔:

......فتاویٰ علیها العمل والمصول ببلد الله الامين

......الفتاوی الجمالیه

......رساله فی فضائل لیلة النصف من شعبان

...... مناقب السادة البدر ین

...... مناقب سید نا عبدا لر حمن بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنهم

......مناقب سید نا خالد بن ولید رضی الله عنه (نشر النور، ص ۱۶۱......۱۶۲)

شیخ جمال حنفی رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد شیخ عبدالرحمن سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ (الملفوظ، ج ۲ ص ۱۳۷)

(۴۱) مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ) ہندوستان سے ہجرت کر کے (۱۲۷۰ھ) میں مکہ مکرمہ پہنچے جہاں علامہ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی قدردانی سے کام لیا اور آپ کو حرم مکی میں مدرس تعینات کیا۔ بعد ازاں مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی نے ۱۲۹۰ھ کو وہاں پر مدرسہ صولیتہ قائم کیا اور اس میں درس دینے لگے۔ آپ سے علماء مکہ کی کثیر تعداد نے مختلف علوم اسلامیہ حاصل کئے۔ مولانا کیرانوی کے مفصل حالات کی لئے ملاحظہ ہو:

...... اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للحجرة، محمد علی مغربی، مطبع دار البلا د جده، جلد دوم، ص ۲۸۶......۳۱۳

......ماہنامہ المنہل جدہ، شمارہ دسمبر ۸۸ء جنوری ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۲......۱۶۶، مضمون بعنوان "المدرسۃ الصولیتہ وجہاد قرن من الزمان" از قلم مسعود سلیم رحمت اللہ۔ مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دیوبند کے نظریات کی تردید میں لکھی گئی دو کتب مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی "انوار ساطعہ" کے دوسرے ایڈیشن اور مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی

"تقدیس الوکیل" پر تقریظات لکھیں۔

(۴۲) علامہ سید عبداللہ بن علامہ سید محمد عبد اللہ بخاری المشہور بہ کوجک حنفی اپنے وطن سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہاں پر علامہ محدث شیخ عابد سندھی (م ۱۲۵۲ھ) صاحب "طوالع الانوار شرح الدر المختار" (آٹھ جلدوں میں) کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ پھر واپس مکہ مکرمہ آ کر مسجد الحرام میں درس دینا شروع کیا جہاں بہت سے اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا۔ سید عبداللہ کوجک نے ۱۲۹۷ھ کو وفات پائی، آپ کے بیٹے سید حسن حرم مکی میں احناف کے امام تھے۔ (نشر النور ص ۳۱۷.۳۱)

(۴۳) نشر النور، ص ۴۹۰

(۴۴) شیخ حسن (م ۱۳۱۰ھ) بن عبد القادر طیب حنفی مکہ مکرمہ میں موجود احناف کے اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ العلماء شیخ جمال، سید محمد کتبنی الکبیر اور عالم کبیر جلیل شیخ رحمت اللہ کیرانوی اہم ہیں۔ شیخ حسن طیب کی تصانیف میں شرح علی منظومتہ بدر الامالی، شرح علی الاجرومیہ، شرح علی الرسالۃ الجامعۃ وغیرہ کتب شامل ہیں۔ (نشر النور، ص ۱۶۶......۱۶۷

(۴۵) مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب "تقدیس الوکیل" پر مولانا حضرت نور افغانی (وفات ۱۳۲۱ھ بمقام مکہ مکرمہ) مدرس اول مدرسہ صولتیہ کی تصدیق موجود ہے۔

(۴۶) نشر النور، ص ۱۳۴......۱۳۵

(۴۷) اہل الحجاز بعبقهم التاریخی، ص ۲۶۶

(۴۸) سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للهجرۃ، عمر عبد الجبار، مکتبہ تهامہ پوسٹ بکس ۵۴۵۵، جدہ، طبع سوم ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء ص ۷۴......۷۵

(۴۹) نشر النور، مقدمہ ص ۳۲

(۵۰) ایضاً، ص ۳۱۷

(۵۱) ماہنامہ المنهل جدہ، دسمبر ۸۸ء جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۶۴

(۵۲) شیخ عبد الرحمن سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۹ھ...... ۱۳۱۴ھ) فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ آپ دوبار مفتی احناف رہے، پہلی بار ۱۲۸۴ھ سے ۱۲۹۸ھ تک، تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر یہ ذمہ داری سنبھالی اور ۱۳۱۰ھ تک اس کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔ ضوء السراج علی جواب المحتاج فی الفتاوی چار جلدوں میں، مجموعہ فی الفقہ تشتمل علی غرائب المسائل شیخ عبد الرحمن سراج حنفی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہوں:

......نشر النور، ص ۲۴۳......۲۴۴

...... معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، ج ۵ ص ۱۴۹......۱۵۰

......ھدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ص ۵۵۸

......اعلام الحجاز، محمد علی مغربی، ج ۳ ص ۲۳۸......۳۷۲

"الدولۃ المکیہ" پر شیخ عبد الرحمن سراج کے بیٹے شیخ عبد اللہ سراج رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۸ھ) کی تقریظ موجود ہے۔

(۵۳) نشر النور، ص ۲۴۴

(۵۴) ایضاً، ص ۶۰، ۱۶۱

(۵۵) شریف عون رفیق پاشا بن محمد بن عبد المعین ۱۲۹۹ھ سے اپنی وفات ۱۳۲۳ھ تک امیر مکہ رہے۔ (نشر النور، حاشیہ ص ۴۰۷)

(۵۶) مفتی احناف شیخ عبد اللہ بن عباس بن جعفر بن عباس بن محمد بن صدیق حنفی ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۳۱۱ھ میں مفتی احناف بنے اور اسی دوران ۱۳۲۵ھ میں دورہ یمن پر گئے اور وہاں کے شہر صنعاء میں وفات پائی۔ شیخ عبد اللہ نیزان کے والد شیخ عباس حنفی کے حالات نشر النور، ص ۳۰۴......۳۰۵ ۲۲۸......۲۲۹ پر دیئے گئے ہیں۔ ۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو حرم مکی کے کتب خانہ میں فاضل بریلوی اور مفتی احناف شیخ عبد اللہ کے درمیان ملاقات ہوئی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الملفوظ، حصہ دوم ص ۱۳۷......۱۳۸

(۵۷) نشر النور، ص ۳۰۴

(۵۸) شیخ درویش بن حسن عجیمی حنفی مکی ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے قرآن مجید حفظ کیا اور مسجد الحرام میں نماز تراویح پڑھائی۔ اور متعدد فضلاء مکہ سے علوم اخذ کئے آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ عبد القادر شمس (پ ۱۲۵۵ھ)، سید بکری شطا شافعی مکی (م ۱۳۱۰ھ) اور شیخ عبد الرحمن سراج شامل ہیں۔ شیخ درویش مسجد الحرام میں امام وخطیب اور مدرس رہے۔ آپ نے ۱۳۴۶ھ میں وفات پائی۔ (نشر النور، ص ۱۹۴)

(۵۹) شیخ علی ابو الخیر حضرمی کی مسجد الحرام میں مدرس اور شوافع کے امام رہے۔(نشر النور، ص ۳۴۶)

(۶۰) شیخ عبداللہ لبنی حنفی کی مسجد الحرام میں مدرس تھے آپ کے دیگر اساتذہ یہ ہیں۔علامہ سید بکری شطا، شیخ محمد خیاط شافعی، نیز آپ کے بھائی شیخ جعفر لبنی (م ۱۳۴۰ھ)۔ تکمیل تعلیم کے بعد شیخ عبداللہ لبنی حرم کی میں مدرس رہے۔(نشر النور، ص ۳۱۷)

(۶۱) شیخ محمد مرزل حنفی (م ۱۳۳۲ھ) حرم کی میں فقہ کا درس دینے پر مامور تھے جسے وفات تک جاری رکھا۔(نشر النور، ص ۴۸۲)

(۶۲) علی حافظ (۱۳۲۷ھ......۱۴۰۸ھ) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مدینہ منورہ کے اسکولوں میں حاصل کی۔ پھر مسجد نبوی شریف میں داخلہ لیا جو اس زمانے میں ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتی تھی جس سے علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تھے۔کئی سال بعد وہاں سے معلم کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ آپ عملی زندگی میں مدینہ منورہ میونسپلٹی کے چیئرمین رہے اپنے بھائی عثمان حافظ کے ساتھ مل کر ۱۳۵۶ھ میں مدینہ منورہ سے پہلا روزنامہ اخبار "المدینۃ المنورہ" کے نام سے جاری کیا جو بعد ازاں جدہ منتقل کیا گیا اور وہاں سے اب تک شائع ہو رہا ہے۔ علی حافظ نے نظم و نثر میں چند تصنیفات چھوڑیں، متعدد انعامات حاصل کئے۔ ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں شاہ عبدالعزیز آل سعود نے حجاز کے مختلف شہروں کی نمائندگی کرنے والے وفود کو ریاض آنے کی دعوت دی۔اس پر مدینہ منورہ سے بارہ رکنی نمائندہ وفد ریاض گیا علی حافظ اس کے رکن تھے۔(اعلام الحجاز، محمد علی مغربی، مطبع، موسسۃ المدنی عباسیہ قاہرہ، جلد سوم طبع اول ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء، ص ۴۰۰، نیز: فصول من تاریخ المدینۃ المنورۃ" مترجم آل حسن صدیقی، مطبع شرکۃ المدینۃ المنورہ للطباعۃ والنشر جدہ، طبع اول ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء، آخری صفحہ)

(۶۳) ابواب تاریخ المدینۃ المنورہ، ص ۱۶۳

(۶۴) حسین عرب ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے مسجد الحرام سے تعلیم کا آغاز کیا۔ نظم و نثر میں متعدد تصانیف ہیں، ۱۹۲۱ء......۱۹۶۳ء تک سعودی عرب کے وزیر حج و اوقاف رہے۔(الحرکۃ الادبیہ فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ڈاکٹر بکری شیخ امین، دار العلم للملایین بیروت لبنان، طبع چہارم، (ص ۲۱۱)

(۶۵) ماہنامہ المنہل جدہ، شمارہ دسمبر ۸۸ء جنوری ۱۹۸۹ء، ۴۶-۴۸

(۶۶) سید علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۸ھ......۱۳۹۱ھ) مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں نیز آپ کے جلیل القدر فرزند پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی حفظہ اللہ تعالیٰ، مولانا ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ سید علوی مالکی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہوں: اعلام الحجاز ج ۲ ص ۲۷۴......۲۸۴

(۶۷) اعلام الحجاز، ج ۴ ص ۲۶......۴۰

(۶۸) اعلام الحجاز، ج ۲ ص ۳۵۰

(۶۹) شریف علی بن شریف عبداللہ ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۲۶ھ تک امیر مکہ رہے۔(نشر النور، حاشیہ ص ۳۰۵)

(۷۰) غیوب خمسہ سے مراد وہ پانچ علوم ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے یعنی، قیامت کب آئیگی، بارش کب برسے گی، حمل میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، موت کہاں آئے گی، (سورۃ لقمان پارہ ۲۱ آخری آیت)

(۷۱) الملفوظ، حصہ دوم، ص ۱۲۸......۱۲۹

(۷۲) یاد رہے کہ الدولۃ المکیہ کے مطبوعہ نسخہ پر اکسٹھ علماء کرام کی تقاریظ دی گئی ہیں اور ابھی بہت سے عرب علماء کرام کی تقریظ غیر مطبوعہ صورت میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں موجود ہیں۔(الدولۃ المکیہ، طبع اول کراچی، آخری صفحہ)

(۷۳) الدولۃ المکیہ، عربی اردو، لاہور ایڈیشن، ص ۲۰۶......۲۰۷

(۷۴) حسام الحرمین، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مکتبہ نبویہ لاہور، ص ۳۵......۳۹

(۷۵) سیر و تراجم، ص ۲۳۸

(۷۶) ماہنامہ المنہل جدہ شمارہ دسمبر ۸۸ء جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۶۵

(۷۷) سیر و تراجم، ص ۲۳۸......۲۳۹

✿✿✿✿✿

اعلیٰ حضرت کا قلمی جہاد

قسط اول

از:

علامہ فیض احمد اویسی رضوی *

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اپنی زندگی کی غرض بتاتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ "مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن بھی مجھے عطا کی گئی ہے۔

(۱) تحفظ ناموس رسالت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی حمایت کرنا۔

(۲) ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعوے دار ہیں حالانکہ مفسد ہیں۔

(۳) حسب استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔

(الاجازۃ الرضویہ ۷، ۳، ۸، ۳ قلمی)

اپنی تصانیف میں بھی یہی فرمایا کہ فقیر کے سپرد ناموس رسالت کا تحفظ اور خدمت فقہ کی گئی جس کو یہ حسب استطاعت انجام دے رہا ہے۔ آپ نے ان گستاخان بارگاہ رسالت کے عقائد باطلہ کے رد میں کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اخلاقی مسائل میں عقائد حقہ اہل سنت کو ثابت کرنے کے لئے اور عقائد باطلہ کے رد کے لئے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور فقہاء علماء وصلحاء کے دلائل کے انبار لگا دیئے بعض مسائل پر دو سو سے زائد دلیلیں پیش کیں کہ دشمن دین کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے۔ امام اہل سنت نے ان بے ادب لوگوں کی بے ادبی کے قلعوں اور مرکزوں پر قرآن و حدیث اور اقوال فقہائے کرام سے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وہ تیر برسائے کہ ان بے ادبوں کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ان کے تمام اقوال باطلہ اور عقائد ضالہ کی دھجیاں اڑادیں۔

عظمت الٰہی اور تعظیم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر دلائل کا انبار لگاتے ہوئے آپ نے قدم بڑھایا اور دشمن دین کو للکارا کہ ۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ نے نہایت جرأت و بہادری سے ناموس رسالت کے دشمنوں پر واضح کر دیا کہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ بارگاہ مصطفیٰ میں گستاخیاں کرنے والوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا آپ نے حق پر پرگامزن لوگوں کو آواز دی۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

آپ نے اس جہاد میں قلم مبارک کے وہ جوہر دکھلائے اور اعدائے اسلام پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ تلوار بھی ایسے کارنامے سرانجام نہ دے سکتی۔

اہل علم کو خوب معلوم ہے کہ دشمنان اسلام جس

(* شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور)

مسلہ پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سمجھے کہ یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے آسانی سے کوئی بھی اس کو نہ گرا سکے گا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے قلم نے اسکی ایسی دھجیاں بکھیریں کہ دشمن کا وہ مضبوط قلعہ ریت کی طرح ڈھ گیا پھر ہمیشہ کیلئے اس کا نام ونشان تک نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی صورت میں بر صغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوئی جو گفتار کے غازی اور کردار کی دھنی ہے جس کی زبان محبت رسول کی فیض ترجمان بن چکی ہے۔ اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی اخلاقی اور تہذیبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے اس کے ارادوں میں سنگ تارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے۔ اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سر بلند اور فہم انسانی کی وسعتوں سے ماورئی ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے جو بھی جنگ لڑنا ہے اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے وہ مدافعت کا ہی نہیں بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے جب اسلامیان بر صغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ دل عشق مصطفوی ﷺ کی حرارت سے محروم نظر آئے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک عشق رسول وہ مرکز محور ہے جس کے گرد روح ارضی طواف کرتی ہے امت حضور کے دلوں کو عقیدت رسول کی تپش سے آشنا کرنے کے لئے آپ نے اپنی تمام فکری، نظری، علمی، عملی، روحانی قلمی اور ادبی وشعری صلاحیتوں سے کام لیا۔ اعلیٰ حضرت بجا طور پر سمجھتے تھے کہ جب تک امت مسلمہ عشق رسول کو اپنا خضر راہ نہیں بنائے گی۔ اس وقت تک منزل آشنا نہیں ہو سکے گی۔ عشق مصطفوی کی شمعیں ضو فگن کرتے ہوئے

جب آپ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی، تو ایسی کتب کثیر تعداد میں نظر آئیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے۔ اس پر اعلیٰ حضرت کا دل تڑپ اٹھا۔ آپ نے ان کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کرائی، تو بجائے اس کے کہ یہ حضرات بارگاہ مصطفوی میں معذرت طلب ہوتے انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنالیا۔ اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے اعلیٰ حضرت کا قلم حرکت میں آیا آپ مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں اترے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث، سرپر نصرت الٰہی کا سایا اور مردان الٰہی کا دور سابق میں یہی حال رہا چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(۱) امام ابو اسحاق اسفرائنی کو معلوم ہوا کہ بدعات ہو رہی ہیں پہاڑوں پر ان کے علماء کے پاس تشریف لے گئے جو مجاہدات میں مصروف تھے انہیں فرمایا کہ سوکھی گھاس کھانے والو تم یہاں ہو اور امت مصطفوی ﷺ فتنوں میں ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہو سکتا۔ امام وہاں سے واپس آئے اور بد مذہبوں کے رد میں نہریں بہائیں۔ (الملفوظ)

(۲) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہے، فرمایا جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا ہے، مانیں، نہ مانیں یہ ان کا کام، فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو

کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزلت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے (الملفوظ ج-۳-ص ۳۸)

اب آپ امام احمد رضا کے شب و روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انہوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے، پوری زندگی خدمت دین اور پیارے مصطفٰے ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور ہزنان دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظت دین و مسلمین ہوتی جا رہی ہے اور دوسری طرف مخالفین کی گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے۔ یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشد طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خلافت و اجازت کے ساتھ تمغہ امتیاز بھی بخش دیا کہ روز قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا:

''آل رسول تو میرے لئے کیا لایا ہے؟''

''تو احمد رضا کو پیش کروں گا''۔

(۳) علامہ ابن الجوزی صفۃ الصفوۃ میں حضرت سفیان بن عینیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

''لوگوں میں سب سے بلند مرتبہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں یہ انبیاء ہیں اور علماء''

ایک صحرا نشین خلوت گزیں عابد مرتاض صرف اپنے آپ کو نار جہنم سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اور ایک مخلص و بے ریا صاحب ہمت و مجاہدہ عالم ربانی ایک جہان کو عذاب آخرت سے بچانے کی سعی کرتا ہے بھلا یہ اس سے کم کیوں کر ہو سکتا ہے، یقیناً یہ اس سے افضل و اعلیٰ ہے بشرطیکہ جو کچھ کر رہا ہے اس سے اس کا مقصود ذات احد اور خوشنودی خدا و رسول ہو اور یہ شرط تو خلوت گزیں عابد مرتاض کے لئے بھی ہے۔

ذالکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشآء

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے سن شعور سے لے کر تا وصال احیائے اسلام کے لئے نہ صرف متفکر رہے بلکہ عملی طور پر جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنان اسلام کی سرکوبی فرمائی۔ آپ کے بالمقابل کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ وہ تو ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھے اور دنیوی اسباب کی انہیں کسی قسم کی کمی نہ تھی اور ادھر تنہا مرد خدا امام احمد رضا اس وقت جو آپکو منظر پیش آیا اپنے ایک شعر میں اسے یوں بیان فرماتے ہیں۔

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی ہے

یعنی بادل گرجے بجلی تڑپے اس کے خوف سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے دل پر خوف چھا جاتا ہے کہ جنگل ویران میں ہوں اور کالی کالی گھٹا کی کیسی بھیانک اور ڈراونی صورت ہے اس شعر میں بھی اپنے دور کی سیاسی اور مذہبی زبوں حالی کا حال ظاہر فرمایا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اسلام کو مٹانے کے لئے کتنا ہولناک اور بھیانک ماحول تھا۔ کہ دل کانپ جاتا ہے اور خوف سے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ اس کی تصدیق وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں اس تاریک ماحول سے واقفیت ہے۔

سیاست کی پرخار وادی:

امام احمد رضا قدس سرہ کے دور کے سیاسی ماحول کا ایک مختصر خاکہ ملاحظہ ہوں۔

آزادی کے متوالے شمع حریت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے میدان عمل میں آگے بڑھ رہے تھے ایسے تاریخ

ساز لمحات میں بعض حضرات گاندھی کو ولی ثابت کرنے میں مصروف تھے (معاذاللہ) مسلمانوں کے اس موذی دشمن کو مسجد و محراب میں لاکر منبر پر بٹھایا جارہا تھا اسی دوران تحریک خلافت چلی اور اس کے ساتھ ہی تحریک ترک موالات کا بہت شہرہ ہوا اگرچہ ان تحریکات میں مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے کئی مسلم رہنما پیش پیش تھے مگر ان تحریکات کو گاندھی اور نہرو جیسے دشمن، ہندو لیڈروں کی آشیر باد حاصل تھی بھلا گاندھی کے خلافت اسلامیہ کے قیام سے کیا دلچسپی ہونی تھی وہ تو صرف خرمن اسلام کو جلتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے عالم میں امام احمد رضا خاں نے کس طور ملت اسلامیہ کی راہنمائی کی اس کی ایک جھلک مشہور مورخ میاں عبدالرشید کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

"آپ (اعلیٰ حضرت) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میدان سیاست میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ حضرت بریلوی کا موقف یہ تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کا ایسا اشتراک عمل نہیں ہوسکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ انہوں نے گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکہ قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ قائداعظم کی طرح تحریک عدم تعاون اور تحریک ہجرت دونوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ دونوں تحریکیں اس براعظم کے مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں ---- حضرت بریلوی کا کہنا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے انہیں چاہئے کہ وہ دونوں آنکھیں کھولیں یعنی ابھی وہ صرف انگریز کی مخالفت دیکھ سکتے ہیں ہندو کا تعصب اور عداوت نہیں دیکھ پائے۔"

(جہان رضا مرتبہ۔ مرید احمد چشتی-۱۴۰۱ھ)

امام احمد رضا خاں انگریز دشمنی کے ساتھ ہندو دشمنی کے بھی قائل تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا دکھاوے کے لئے جب بھی ساتھ دیا تو ساتھ ہی ترک گاؤکشی کا مطالبہ بھی کردیا۔ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات کے زمانے میں (۱۹۱۹ء-۱۹۲۲ء) ترک گاؤکشی کا مطالبہ کیا گیا تو مسلم عمائدین نے سیاسی پلیٹ فارم سے اس کی تائید کردی۔ اعلیٰ حضرت نے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو بھانپ کر ان کی دکھاوے کی دوستی اور مسلم عمائدین کی ہندو نوازی کا بھرم کھول کر سلطنت اسلامیہ کے لئے راہ ہموار کی۔ تحریک آزادی ہند کے ایک دور میں بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی پہنچتا۔ کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں میں خریدتے رہے اور جب یہ خود ساختہ مہاجرین ذلت و خواری کے بعد واپس آئے تو ان کے لئے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

رسالہ اعلام الاعلام، انفس الفکر فی قربان البقر اور دوام العیش میں ان ہی مسائل کے بارے میں بحث ملتی ہے۔ امام احمد رضا خاں سے ترکی کے حکمراں کی حالت چھپی نہ تھی وہ اسے سلطان تو سمجھتے تھے مگر خلافت اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آپ کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں خلیفۂ اسلام کے لئے شرائط اور ان کی اتباع و حمایت کے احکام جدا جدا تھے۔ قدرت نے حضرت امام احمد رضا

بریلوی کے موقف کی اس طرح تائید کی کہ ہندوستانی علماء تو گاندھی کو ساتھ ملا کر نام نہاد خلافت کے لئے جدو جہد کرتے ہوئے اسلام کے بہت سے بنیادی اصولوں سے روگردانی کرتے رہے اور ادھر ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال پاشا نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاط ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ کمال اتاترک کا یہ اعلان حضرت امام احمد رضا بریلوی کی فقہی بصیرت، سیاسی پختگی، دینی استواری اور مستقبل بینی کا بین ثبوت تھا یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی مسلمانوں کی بہبودی کے لئے تمام تدابیر خدا کی تقدیر کا پر تو لئے ہوئے تھیں کہ ۔

ڈھلتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

جب سورج چمکنے لگتا ہے تو اس کی روشنی کو کم کرنے کے لئے سائے منڈلانے لگتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ ۔

سورج کا ہے کام چمکنا سورج آخر چمکے گا

آپ کے حاسدین اور معاندین نے آپ کی ہندو دشمنی اور گستاخانہ عبارت پر ان کو ٹوکنے کی پاداش میں آپ پر انگریز دوستی کا الزام عائد کر دیا۔ جب اس الزام کی نوعیت اور اس سے متعلق امور کا جائزہ لیا گیا تو یہ عاشق رسول ﷺ دوسرے تمام حریت پسندوں سے بڑھ کر انگریز دشمن ثابت ہوا۔ آپ کے مزاج آشنا سید الطاف علی بریلوی اس صورت حال کا یوں جائزہ لیتے ہیں۔

"سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں یا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ رسم نہ تھی۔ (گناہ بے گناہی ص ۴۳)

یہ اعلیٰ حضرت کا فیضان ہے کہ آپ نے اس وقت ہندو، انگریز اور دوسرے تمام غیر مسلموں سے مقاطعہ کی تعلیم دی جب بڑے بڑے سیاسی زعما ابھی منقار زیر پر تھے۔ آپ کی یہی صدائے رندانہ کام کر گئی مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی فرنگی رہنماؤں اور ہندو اشتراک کے داعیوں نے اپنے گزشتہ فیصلوں کا اظہار کر کے مسلمانوں کے علیحدہ قومی اور اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کا اعلان کیا۔ (حیات صدر الافاضل ص ۳۳، ۳۴، ۱۷۳)

آپ کی مساعی رنگ لاکر رہی۔ آپ کی تعلیمات، تصانیف، ارشادات، خطبات اور آپ کے زیر انتظام کام کرنے والے مدارس کے اساتذہ و علماء اور بر صغیر کے تمام ممتاز مشائخ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے جو پہلے ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے یقیناً آپ کی تعلیمات سے اثر قبول کیا ہوگا اور یہ اسی جذبے کا فیضان ہوگا کہ اقبال نے اعلان کر دیا کہ ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں علماء مشائخ اہل سنت و جماعت کی مساعی کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ علماء و مشائخ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ دو قومی نظریہ کی سربلندی کے لئے کام کر رہے تھے۔

(باقی آئندہ)

امام احمد رضا
کے عالمی روابط اور علمی گیرائی

علامہ شمس الہدیٰ مصباحی ★

امام احمد رضا قدس سرہ ایک صادق، عاشق رسول (ﷺ) تھے کہ جن کے حب نبی و عشق رسول کی شہادت ان کے اعداء بھی برملا دیتے ہیں۔ دیوبندی شیخ الحدیث محمد ادریس کاندھلوی کہا کرتے تھے:

"مولانا احمد رضا خاں کی بخشش تو ان کے فتووں کی وجہ سے ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ احمد رضا خاں تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمھاری بخشش کردی" (مولانا کوثر نیازی امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت)

مفتی محمد شفیع دیوبند کہتے ہیں کہ:

"مولانا اشرف علی تھانوی کو جب مولانا احمد رضا خاں کی وفات کی خبر کسی نے دی تو مولانا تھانوی نے بے اختیار دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے جب دعاء کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لئے دعا مغفرت کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ مولانا احمد رضا نے ہم پر کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم توہین رسول کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے" (ایضاً)

دارالعلوم دیوبند کے نامور فاضل حسن الہاشمی کہتے ہیں:

"ان دیوبندیوں سے وہ بریلوی اچھے جن کے یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نام پر کوئی اختلاف نہیں یہاں تو سوا سو سال میں آج تک یہی مقدمہ حل نہ ہو سکا کہ اس مسلک کا بانی کون تھا۔ جو لوگ اپنے بزرگوں کے درمیان انصاف نہ کر سکے ان سے یہ امید کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے بارے میں عدل کی پالیسی اپنالیں گے (دارالعلوم دیوبند کا بانی کون)

سچ کہا گیا ہے "الحق ماشھدت بہ الاعداء" حق سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔

امام احمد رضا کی غیرت عشق و محبت اپنے محبوب پاک کی شان میں خفیف سے خفیف توہین و تنقیص برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، ان کی حیات کے آخری لمحات بھی حب نبی (ﷺ) کے عظیم شاہکار ہیں، فرماتے ہیں:

"جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمھارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ کیسا

★ (استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا)

ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو"(وصایا شریف)

امام احمد رضا کا وہ جزبۂ عشق و عقیدت ہی ہے جو ان کے بیانات ان کی تحریروں میں جابجا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ رسول پاک علیہ کی طرف منسوب ہونے والی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کا بھی دل و جان سے ادب و احترام بجالاتے ہیں۔ کسی سید زادے کے خود استاذ ہونے کے باوجود ان کی دست بوسی بھی فرماتے بڑی ناز برداری کرتے تعظیم سادات کرام، تکریم آل رسول کے شواہد سے ان کی زندگی کے کثیر گوشے لبریز ہیں۔ "بدر الانوار فی آداب الآثار"، "شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ" وغیرہ کتب کے مطالعے سے الفت و محبت کے اہم اہم دریچے وا ہو جاتے ہیں۔

سر پر رکھنے کو جو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ تاجدار، ہم بھی ہیں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

تفصیلاً قلم اٹھایا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے کیوں کہ یہی تو ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز اور چمکتا نشان ہے۔

مگر دوسری جانب امام نے باب غلو و اغراق اور افراط و اطراط پر تالا بھی لگا رکھا ہے، فرماتے ہیں "شرع میں نسب باپ سے ہے بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں کہ بحکم صحیح حدیث مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ وقد اوضحنا ذلک فی فتاوینا" (فتاوی رضویہ ۵ / ۴۶۴)

دھنیا جولاہا جس سے پوچھئے اپنے آپ کو شیخ بتائیگا مگر حقیقتاً شیخ کی اصطلاح صرف انہیں شریف قوموں یعنی صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، جعفری، عباسی، انصاری، وامثالھم کے لئے ہے" (فتاوی رضویہ، ۵ / ۴۵۶)

"امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نسباً سادات سے نہیں" (ایضاً، ۵ / ۴۲۳)

ایک استفتاء کے جواب میں تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو منقح فرماتے ہیں۔

"ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن و امام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین، کے وہ رسول اللہ علیہ کے بیٹے ٹھہرے، پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں، اسلئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والد ہی طرف نسبت کی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ایضاً، ۸۶۵)

گو کہ لغوی طور پر سید کا اطلاق ہر معزز و موقر پر ہے۔ حدیث پا میں ہے "فاللہ السید" مشکوٰۃ صفحہ ۲۹

"انا سید ولد آدم" (مسلم) ابو بکر و عمر سید اکھول اھل الجنہ (ترمذی ۲۰۸ / ۲)

ابو بکر سید نا واعتق سید نا یعنی بلدہ (بخاری ۵۳۰) وقالا علیہ اصلوٰۃ والسلام لعلی، انت سید فی الدنیا والآخرۃ

(مصنف عبدالرزاق)

امام احمد رضا بریلوی نے جب کسی مسئلہ کی تحقیق پر قلم اٹھایا تو ان کی وسعت نظر و دقت فکر پر بڑے بڑے محققین و مدققین نگاہ حیرت سے دیکھتے ہی رہ جاتے۔

ائمہ دین و فقہائے عظام نے ان چیزوں کی تعداد چوہتر بیان (۷۴) کی ہے جن سے تیمم جائز ہے اور جن سے جائز نہیں ان کی تعداد اٹھاون (۵۸) بتائی ہے، امام احمد رضا نے اول میں ایک سو سات (۱۰۷) اور دوم میں بہتر (۷۲) چیزوں کا اضافہ فرمایا، وہ رقم طراز ہیں:

"یہ تین سو گیارہ چیزوں کا بیان ہے ۱۸۱ ر سے تیمم جائز جن سے چوہتر (۷۴) منصوص اور ۱۰۷ ر زیادات فقیر اور ۱۳۰ ر سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص اور ۷۲ زیادات فقیر ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا" (فتاویٰ رضویہ ۱/۷۰۱)

مائے مستعمل کی تعریفات پر جو جامع کلام فرمایا ہے اور پھر اس کی جامع و مانع تعریف ذکر کر کے اس کے قیود کے جو فوائد بیان فرمائے تو ستائیس (۲۷) تک جمع فرماڈالے۔ بس یہ دیکھنے ہی سے متعلق ہیں۔

وہ پانی جن سے وضو صحیح ہے اور وہ جن سے وضو صحیح نہیں اور جو مختلف فیہ ہیں ان کے انواع و اقسام شمار فرمانے پر آئے تو تین سو پچاس (۳۵۰) تک ضبط تحریر میں لائے، جن میں تین سو سات (۳۰۷) تک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فصل خامس بعض جزئیات جدیدہ میں، بحمد تعالیٰ کتاب میں تین سو سات جزئیات مرکوز ہیں، پھر اضافات کا بیان فرمایا:

"پانی سے عجز کے وقت تیمم روا ہوگا اس سلسلہ میں پانی سے عجز کی ایک سو پچھتر (۱۷۵) صورتیں ثبت قرطاس فرمایا، پھر ارشاد فرماتے ہیں "الحمد للہ یہ پانی سے عجز کے پونے دو سو صورتیں اس رسالہ کے خواص سے ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گی اگرچہ جو کچھ ہے

علمائے کرام ہی کا فیض ہے (فتاویٰ رضویہ ج اول)

ان سب وسعتوں کو دیکھ کر ایک بالغ نظر فقیہ اور تجربہ کار مفتی بھی محو حیرت ہی نہیں رہتا بلکہ اپنے ضیق نظر کا احساس کرنے لگتا ہے۔

راقم السطور کو جامعہ اشرفیہ نے دارالحکومت دلی کے محلہ ذاکر نگر میں حکومت سعودیہ پہلے دورۂ تدریبیہ للدعاۃ والمعلمین میں شرکت کے لئے بھیجا تھا جو ایک ماہ کے لئے اگست ۱۹۹۳ء میں در حقیقت وہابی کاز کی نشر کے لئے منعقد کیا گیا نجدی حکومت نے ایک خطیر رقم کے صرفے سے اپنے (۹۰) نوے شیوخ ریاض، مدینہ، ام القریٰ یونیورسٹیوں سے بھیجا تھا، مدیر الدورہ شیخ عبداللہ بن عمرو نامی تھا۔ اس پروگرام میں شرکت کرنے والے میرے اندازے کے مطابق نوے فی صد وہابی اور دس فی صد دیوبندی علماء تھے۔ میرے مخلص کرم فرما ڈاکٹر غلام یحیی انجم بھی ہمدرد یونیورسٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے تھے۔ مگر یہ ان کے مابین صرف دن میں رہتے جبکہ مجھے شب و روز انہیں میں رہنا ہوتا تھا کل سوا دو سو علماء تھے، ہم کسی فی صد میں نہ تھے۔

ان شیوخ نے جب اپنی کلاسوں میں اہل سنت جماعت (بریلوی) کے معمولات و معتقدات پہ رد شروع کیا تو کوئی علم غیب نبی کا رد کرتا تو سل کے عدم جواز پر کلام کرتا۔ مدیر الدورۃ نے ایک روز صراحت سے زیارت قبور وغیرہ پہ سخت تر تنقید کی اور امام احمد رضا کے نام کو ان بدعتوں اور خرافاتوں کا موجد اور مؤید ٹھہرایا۔ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا کلاس میں کھڑا ہوا اور شدید انداز میں شیخ کے بیانات کا مکمل رد کیا اور بتایا کہ امام احمد رضا ہرگز کسی بھی بدعت کے مروج و مؤید نہ تھے بلکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی رد بدعات و منکرات میں وقت

کردی تھی۔ اور سجدۂ قبور سے متعلق امام موصوف کا ایک مستقل رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ" نامی موجود و مطبوع ہے جس میں ڈیڑھ سو سے زائد دلائل و براہین سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر پیش فرمائے ہیں لہذا امام کی طرف ایسی غلط نسبت عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ بلکہ حقیقت وواقعیت سے انکا ذرا بھی تعلق نہیں۔ یہ سن کر شیخ تعجب میں ڈوب گیا اور کہا "این الکتاب این الکتاب" میں نے کسی طرح کتاب حاصل کر کے دی تو کہا "هذا فی الار دیة لایتنعنا" مجھے اس واقعہ سے بڑا قلق ہوا۔ پھر اس عظیم رسالہ کو عربی زبان میں منتقل کرنا شروع کیا جو چند ماہ میں مکمل ہوا (کاش اہل ثروت عشاق رضا اس کو اور اس جیسے اور عربی رسائل وکتب امام احمد رضا کو یا غیر عربی کو عربی میں کرواکر کے طبع کراتے اور بالخصوص ممالک عرب میں اسے پھیلاتے تو بہت سے کام کی توقع ہے۔

اس پروگرام میں پورے طور پر ہم میں اور ان میں رسہ کشی رہی، مباحثہ کی مجلس گرم رہیں بحمد و فضلہ تعالیٰ اس کا ایک نمایا اثر یہ بھی ہوا کہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کا ایک وفد جو اس دورہ میں شریک تھا کافی متاثر ہوا اور نہ صرف اپنے پختہ سنیت کا برملا اظہار کیا بلکہ مجھے ساتھ لے کر دہلی کے بہت سے بزرگان دین وملت کے مزارات پر حصورل برکت کی خاطر حاضری بھی دی۔

امام احمد رضا اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ ہر تین زبانوں میں آپ کے مبسوط فتاویٰ اور اثر انگیز منظوم کلام شاہد عدل ہیں۔ بالخصوص عربی زبان سے، زبان محبوب ہونے کے ناطے کافی دلچسپی رہی، اپنے فتاویٰ و ملفوظات میں اس کے کافی فضائل وخصائص بیان فرمائے ہیں، نیز مختلف فتاویٰ کے علاوہ "المستند المعتمد بناء نجاة الابد" جد الممتار علی ردمختار ۱۳۲۴ھ دوسرے سفر حج وزیارت کے موقعہ پر دوران قیام مکہ مکرمہ ایک دن اور چند گھنٹوں میں نوٹ کرنسی پر تحریر فرمودہ رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" اور مسئلہ علم غیب پر شدت بخار میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے محض اپنی خداداد صلاحیت اور غضب کی یادداشت کے بل بوتے تفاسیر، احادیث، کتب ائمہ دین کی اصل عبارتوں کے حوالہ سے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف کیا ہوا حقائق ودقائق کا خزینہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" عربی کے انمول تحفے ہیں۔

اور زبان فارسی، میں مہارت کا پتہ فارسی زبان میں متعدد فتاویٰ کے سوا "الجوہر الثمین فی علل نازلة الیمین" وغیرہ رسائل سے خوب خوب ہو جاتا ہے۔

میں نے جون ۱۹۹۸ء میں اپنے دورہ ملک لبنان پر بیروت طرابلسی وغیرہ میں جب مشائخ کے سامنے امام احمد رضا کا تعارف اجمالاً پیش کیا تو ان پر خاصا اثر نظر نہ آیا مگر جب میں نے بتایا کہ امام احمد رضا نے پچاس سے زائد علوم پر ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف فرمائی ہیں اور بالعموم کتابوں کا نام عربی میں رکھتے ہیں وہ بھی اس کمال کے ساتھ کہ پوری کتاب کی بحث اجمالی طور پر نام میں سمیٹ دیتے ہیں اور حروف کے اعداد سے سن تالیف کی وضاحت پھر نام مین تجع بندی الگ ہے پھر چند نام لئے تو سب تعجب سے سنتے رہے مگر بعض نے فرمایا کہ ہمیں شام کے کچھ مشائخ سے (جو دیوبندی تھے) معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا علم باری تعالیٰ وعلم نبی میں مساوات کے قائل تھے، میں نے عرض کی کہ ہرگز ایسا نہیں، یہ ان پر بہتان ہے، لیجئے علم غیب سے متعلق ان کی یہ کتاب الدولۃ المکیہ شریف پڑھئے خود ہی واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا کا موقف کیا تھا، جب کتاب

پڑھنے لگے توان مشائخ کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور شیخ جمال صغر وغیرہ تو بار بار کتاب کو چومتے اور قرآن و حدیثی تلمیحات و تعبیرات پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ تو بڑے عظیم امام صاحب زبان کی کتاب ہے۔

میرے ایک محب نے بتایا کہ ندوہ لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا، میرے ہاتھ میں امام احمد رضا کی کتاب "قصیدہ تان رائعتان" تھی عربی ادب کے ایک عظیم استاد کی نظر پڑ گئی اور مجھ سے لیکر پڑھنے لگے تو ایک ہی نشست میں کافی دلجمعی سے اسے پڑھ ڈالا، اور پڑھنے کے دوران ان کے تاثرات کی عجب کیفیت تھی اور پھر کہا کہ اس میں تو عجمیت کی کہیں بو تک نہیں ہے یہ قصیدہ تو عربی زبان کا عظیم شاہ کار ہے۔

امام احمد رضا نے اپنی عربی دانی کے سبب صرف دوبار کے حج میں دنیا بھر کے سنی مشائخ کرام سے جو رابطے قائم فرما دیئے آج ہم وسائل کی فراوانی کے باوجود ان رابطوں کی حفاظت تک نہیں کر پا رہے ہیں۔

محافظ کتب خانہ حرم حضرت علامہ سید اسماعیل مکی ۱۹۱۰ء میں صرف اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے لئے خود بریلی شریف تشریف لائے۔ استنبول ترکی کے علامہ حسین علمی مالک مکتبہ صفیقہ جو فاضل بریلوی کے کارناموں سے بے حد متاثر ہیں اور ان کی کئی کتابوں کو اپنے مکتبہ سے شائع کر کے دنیا میں مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ ان کے والد ماجد محترم السید استنبولی نے بھی حرمین میں امام احمد رضا سے ملاقات کی تھی۔

(علمائے عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام)

مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال مکہ مکرمہ، مفتی شافعیہ شیخ محمد سعید بابصیل مکہ مکرمہ، مفتی مالکیہ شیخ عابد بن حسین نے مکہ مکرمہ، شیخ عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ بمکہ مکرمہ و شیخ محمد یوسف افغانی مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مشرفہ، شیخ عبدالکریم ناجی داغستانی، شیخ محمد سعید بن محمد یمانی، مولانا السید احمد جزائری، شیخ الدلائل محمد سعید مغربی، شیخ احمد برزنجی، شیخ محمد عزیزی وزیر مغربی اندلسی، شیخ عبدالقادر طرابلسی وغیرہ ہم فحول مشائخ نے امام احمد رضا سے کمال الفت و محبت کا مظاہرہ کیا اور ان کے فتوؤں پر تصدیقیں کیں (حسام الحرمین)

علامہ شیخ یوسف نبہانی (جن کے مزار پر بیروت میں فقیر کو حاضری کا شرف ملا) نے الدولۃ المکیہ شریف پر زور دار انداز میں تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ (ماہنامہ البیان ربیع الاول ۱۴۳۱ھ طرابلسی شام)

شیخ سید یوسف عطا مدرسہ درگاہ قادریہ بغداد شریف، شیخ ابراہیم عبدالمعطی سقا، شیخ عبدالرحمان، شیخ مصطفی بن احمد تازری اساتذہ جامعہ ازہر، عالم اسلام کے مشائخ کبار نے امام احمد رضا کی تحقیق کا لوہا مانا۔ شیخ محمد قسطنطنیہ، شیخ موسیٰ شامی۔ شیخ یحیی مکتبی مدرسہ دارالحدیث دمشق، شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی، شیخ احمد اسعد جیلانی حماشریف، اور محدث بدرالدین حسبی شامی (محدث الدنیا علامہ عبداللہ ہروی حبشی (بیروت کو جن کا نائب کہا جاتا ہے) نے امام احمد رضا کے مسلک کی تصدیق کر کے ایک رسالہ کی شکل میں دمشق شام طبع کروایا۔

ان کے شہزادے شیخ تاج الدین صاحب نے بھی امام احمد رضا کی کتاب پر تقریظ ثبت فرمائی۔ (علمائے عرب کے خطوط)

امام احمد رضا قدس سرہ کے عالمی رابطے اور ملاقات کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ کے دارالافتاء میں براعظم ایشیا، یورپ، امریکہ، افریقہ سے استفتاء آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے۔ (رہبر و رہنما)

ابو الاعلیٰ مودودی، ابو الحسن ندوی، علامہ اقبال، حکیم محمد سعید دہلوی، سر ضیاء الدین علیگڑھ، پروفیسر مسعود احمد پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب وغیرہ عالمی مدبرین و مفکرین نے امام احمد رضا خاں سے جس قدر اپنے گہرے تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ قابل دید ہے (فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات)

آج دنیا بھر کی سیکڑوں یونیورسٹیوں میں خواہ وہ مغربی ہوں یا مشرکی امام احمد رضا بریلو کی عالمگیر شخصیت پر ریسرچ ہو رہا ہے۔ جامع ازہر قاہرہ مصر کے ایک باکمال استاد شیخ حازم نے امام احمد رضا کے صرف عربی اشعار کو جمع کرنا شروع کیا تو "بساتین الغفران" نامی ضخیم کتاب منظر عام آئی۔

امام احمد رضا نے ایسے علوم و فنون پر قدم اٹھایا اور حاصل سیر بحثیں کی ہیں جن کے نام تک سے بڑے بڑوں کے کان آشنا نہیں۔ علم جفر، علم تکسیر، زیحات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، ھیئت توقیت اور مثلث کروی جیسے علوم میں آپ کی تصنیفی یادگاریں موجود ہیں۔ صد حیف افسوس ہے کہ ایک صدی ختم ہو گئی ہے اور اس عظیم المرتب امام کے تمام علمی و تحقیقی جواہر پارے اب تک منظر عام پر نہ آسکے۔ جن کے بارے میں علی میاں ندوی نے دارالعلوم ندوہ کے ایک پروگرام میں اپنے علماء و طلباء کو کنایۃً کہا تھا کہ ایک شخص نے ہم کو ایک صدی پیچھے کر دیا جبکہ ابھی تک اس کی ہزار سے زیادہ تصانیف میں تین چار سو ہی صرف عام ہو سکی ہیں۔ کاش ہماری جماعت میں ایسی تحقیقات ہوتیں تو طبع ہونے میں ہرگز تاخیر نہ ہوتی۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

امام احمد رضا کا تعلق اور رابطہ جہاں علم ظاہر رکھنے والے محققین و مدبرین سے ہے وہیں علم باطن والے صوفیائے کرام اور قلندر صفت فقراء سے بھی ہے۔

حضرت مولانا فضل رحمان شیخ مراد آبادی شیخ العرب والعجم نے امام احمد رضا کا وہ ادب واحترام کیا جو آج ہم عصروں میں بہت مشکل ہے۔ رمضان شریف ۱۲۹۲ھ میں امام احمد رضا شیخ مراد آباد تشریف لائے اور ایک جگہ قیام فرمایا پھر دو ہمراہوں کو شیخ کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ "ایک شخص بریلی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ نے معا فرما، وہ یہاں کیوں آئے ہیں، ان کے دادا اتنے بڑے عالم ان کے والد اتنے بڑے عالم اور وہ خود عالم فقیر کے پاس کیا دھرا ہے پھر نرم ہو کر باکمال لطف فرمایا۔ بلایئے، تشریف لائیں، بعد ملاقات امام احمد رضا نے مجلس میلاد شریف کی نسبت استفسار کیا، شیخ نے ارشا فرمایا، تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ، امام نے فرمایا "مستحب جانتا ہوں" شیخ نے فرمایا، آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں صحابہ رضی اللہ عنہم جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نہ کہ مکہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا انہوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے، اور مجلس میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈو بانٹتے ہو وہ اپنی مجلد میں موڑ بانٹتے تھے۔

شیخ نے امام احمد رضا کو باکمال اعزاز و اکرام باصرار تمام تین روز ٹھہرایا۔ شیخ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "ہمرا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹپیا تمہارے موڑ پر دھر دیں اور تمہارے موڑ کو اپنے موڑ پر دھر لیں۔ امام احمد رضا نے برائے ادب سر جھکا لیا حضرت شیخ نے اعلیٰ حضرت کی کلاح مبارک اپنے سر پر اور اپنی کلاں مقدس ان کے سر پر رکھ دی۔ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

علمائے حرمین شریفین و حضرت مولانا حسن گنج مراد آبادی کی نظر میں)

حضرت شاہ نعمت علمی عرف خاکی بابا و دری سیتا مڑھی بہار کے ایک مجذوب کامل صوفی بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے مختلف مسائل امام احمد رضا سے دریافت فرمائے جو فتاویٰ رضویہ ج ۳ ج ۴ ج ۵ ج ۸ وغیرہ میں موجود ہیں۔ انہیں فاضل بریلوی سے غائبانہ بے پناہ عقیدت و محبت تھی حضرت علامہ محدث احسان علی صاحب مظفر پور کے توسط سے امام احمد رضا کی خدمت میں کبھی پیچی اور کبھی دوسری چیز بطور تحفہ بھیجا کرتے تھے امام احمد رضا خاکی بابا کے تحفہ کو کھڑے ہو کر اپنے سر پر رکھتے اور یونہی فاضل بریلوی بھی محدث صاحب کے بدست خاکی بابا کو تحفہ بھیجتے، خاکی بابا اتنے صاحب کشف تھے کہ اپنی خانقاہ سے قبرستان کے کونے تک آجاتے اور امام احمد رضا کے تحفہ کو سر پر رکھتے اور وجد کرتے ہوئے خانقاہ تک آتے، بہت دنوں تک اسے رکھتے خود کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔ (انوار خاکی)

مشہور بافیض بزرگ حضرت شاہ جی شیر میاں قادری نقش بندی پیلی بھیتی کو امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے کافی الفت و لگن تھی ایک روز مغرب حضرت شاہ صاحب نے ایک آہ سرد بھری امام نے سبب پوچھا، فرمایا فیض بند ہو گیا ہے، امام نے فرمایا کیا باعث، ارشاد ہوا ایک دفعہ دل میں بیٹھے بیٹھے یہ وسوسہ پیدا ہو کہ کہیں کوئی بات شاید ان وہابیوں کی بھی حق ہو یہ خیال آتے ہی فیض کا دروازہ بند ہو گیا، امام نے فرمایا، آپ ذکر شریف حضور پر نور محبوب اکرم سید نا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کیجئے اس سے فیض جاری ہو جائیگا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور بند فیض جاری ہو گیا۔ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے کتنے ہی فضائل قلم بند ہوتے رہتے ہیں مگر ان کے کمالات کا مکمل احاطہ نہیں ہو پاتا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا جب وصال ہوتا ہے تو اللہ والے پڑتے ہیں:

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جامری جاں جا خدا حافظ

اور عقیدت مندوں، عزیزوں اور فیض یاب ہونے والے کے دل کی آواز یہ شعر بن گیا تھا:

یوں نہ پردہ کرو خدا کیلئے
دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

امام احمد رضا کے عرس پر مقتدر شخصیات کے پیغام

ممتاز عالم دین امام احمد رضا محدث بریلوی کے عرس کے موقع پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے نام ملک کی مقتدر شخصیات نے پیغامات بھیجے ہیں۔ وزیر داخلہ معین الدین حیدر نے کہا کہ فاضل بریلوی کی ہر کتاب علم کا سمندر ہے۔ مولانا نورانی نے اپنے پیغام میں کہا کہ فتنہ قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی نے فتویٰ جاری کیا۔ سابق گورنر سندھ، محمد عظیم داؤد پوتہ نے کہا کہ مولانا نے بر صغیر میں دو قومی نظریہ کی حقیقی روح پھونکی۔ آزاد کشمیر کے صدر سردار محمد ابراہیم نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے امام احمد رضا کی تعلیمات مشعل راہ ہیں اس کے علاوہ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے اپنے پیغام میں کہا کہ مولانا نے مسلمانوں کو بہت کا راستہ دکھاتے ہوئے بیٹھنگ کا شعور دیا۔

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر ★

پاکستان جس کا سیاسی ظہور قائد اعظم تھے اور نظریاتی ظہور علامہ اقبال مرحوم و مغفور، در حقیقت قرار دادوں اور تقریروں کا نتیجہ نہیں تھا۔ یہ تواصل میں یہاں کے مسلمانوں کا سوز دروں تھا۔ تحریک پاکستان صدہا سال کے کروڑوں انسانوں کی امنگ تھی اور اسی لئے یہ عوام میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔

پیر سید محمد محدث کچھوچھوی (۵ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ / ۲۰ مئی ۱۸۹۴ء ---- ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ / ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء ---- آخری آرام گاہ کچھوچھوی شریف ضلع فیض آباد۔ انڈیا بنی) کی تربیت و پرورش ان کے عظیم خاندان کے بزرگوں کی مرہون منت تھی۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۲۱ء) جو دو قومی نظریہ کے علمبردار تھے، سے فتاویٰ نویسی کا فن سیکھا۔ آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی قائم کردہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے تاحیات صدر رہے۔

آپ کو اپنے نانا جان اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے اجازت و خلافت ملی۔ آپ ایک ہی وقت میں مختلف جہتوں جیسے عالم، فاضل، ادیب، خطیب، صوفی، شاعر پیر طریقت اور محدث، کے مالک بنے۔ پانچ ہزار سے اوپر غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور کئی لاکھ مسلمان شرف بیعت سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرح حضور پاک سرور کائنات ﷺ کے عشق میں فنا تھے۔ اس کا بیّن ثبوت آپ کا مجموعہ کلام "فرش پر عرش" (طبع دوم ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ / مارچ ۱۹۹۷ء) ہے۔ آپ چار بار زیارت حرمین و روضۂ انور سرکار دو عالم ﷺ سے شرف یاب ہوئے۔

آپ کی تالیفات میں ترجمہ قرآن پاک (معارف القرآن) اس بامحاورہ اور شستہ ترجمے کے ابتدائی حصے کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ : "شہزادے! اردو میں قرآن لکھ رہے ہو" تفسیر قرآن مجید (تین پاروں اور چند رکوع کی تفسیر، بعد ازاں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے)۔ فرش پر عرش، حیات غوث العالم (حضرت کے مورث اعلیٰ سید اشرف جہانگیر سمنانی کی سوانح حیات) اہتمام محبت، تقویٰ القلوب زیادہ شہرت کی حامل ہیں۔

حضرت محدث اعظم کچھوچھوی کی تحریک پاکستان کے سلسلے میں خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب بن چکی ہیں۔ آپ نے دوسرے اہل سنت مشائخ کے شانہ بشانہ قائدانہ انداز میں کام کیا۔ تحریک پاکستان کی ہمنوائی میں ملک بھر کے دورے کئے اور عوام کو مسلم لیگ کے منشور سے واقفیت کرا کر انہیں نظریہ پاکستان کا حامی بنایا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس (منعقدہ ۲۷ تا ۳۰، اپریل ۱۹۴۶ء) اور اجمیر (شریف) سنی کانفرنس (منعقدہ ۷، ۸ جون ۱۹۴۶ء) میں آپ کے خطبے تحریک پاکستان کی ہمنوائی کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔ یہ خطبات شہرت عام کا باعث بنے۔ بنارس سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے موقعہ پر آئندہ کے لئے بالاتفاق صدر عمومی مقرر ہوئے اور اسی کانفرنس کے استقبالیہ کے صدر بھی آپ ہی تھے۔ یہ آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ کا بیّن ثبوت ہے۔

★ (چیئرمین سیرت اکادمی بلوچستان، کوئٹہ)

آپ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں ایک تو پاکستان کا مفہوم اور اسکی شرعی ضرورت پر روشنی ڈالی۔ دوسرے قیام پاکستان پر نکتہ چینی کرنے والوں کو جوابات دیئے۔ تیسرے مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پروگرام اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی جانب سے مطالبہ پاکستان کی بے پناہ حمایت پر اظہار خیال کیا۔ چوتھے مسلمان جن مصیبتوں، کمزوریوں اور مسائل سے دوچار تھے۔ ان کا تذکرہ کر کے حل بھی تلاش کئے۔

پانچویں: مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید ضرورت پر زور دیا کیونکہ پہلے ہمارے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا تھا۔ تندرستی نہ ہو تو محتاجی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جانا ضروری ہے۔

آپ نے اس امر پر مسرت کا اظہار فرمایا کہ بیمار قوم تحریک پاکستان کی وجہ سے یکجا ہو رہی ہے۔ محدث کچھو چھوی کے الفاظ میں:

"اب ہماری شفایابی یقینی ہے۔ ہماری کامیابی نظر آرہی ہے۔ اب ہم زندگی کی آس لگانے میں حق بجانب ہیں۔ اب آپ کی پاک نگاہیں پاک تدبیریں پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کردیگی"

آپ نے مزید فرمایا:

"میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روز مرہ کا ورد بن گیا ہے۔ در و دیوار پر "پاکستان زندہ باد تجاویز کی زبان میں "پاکستان ہمارا حق ہے (نعروں کی گونج میں) پاکستان لے کر رہیں گے۔ مسجدوں میں خانقاہوں میں بازاروں میں ویرانوں میں، لفظ پاکستان لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینیٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو، اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتادے۔

جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دی جائے، ان کو، ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے، اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو سنی قبول نہیں کریگا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جسکو مختصر طور پر یوں کہئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو، ہماری آرزو ہے کہ اس وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے"

آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی اہمیت و وقعت کو یوں پیش کیا:

"سنی کیسا پاکستان بنائیں گے، اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے دور فاروقی کی سیر کرلی جائے۔ عثمانی عہد کو نظر میں لایا جائے۔ خلافت علویہ کا دیدار کرلیا جائے، اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے۔ اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا، اپنے دین کی حفاظت کرنے کا، اپنے مستقبل سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست کرنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے

تو پھر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس ہے"۔

اجمیر شریف سنی کانفرنس ۷، ۸ جون ۱۹۴۶ء (۵، ۶ رجب ۱۳۶۵ھ) کو منعقد ہوئی۔ سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے اپنے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے یہاں لاچکا ہے۔ جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا۔ جس کے لئے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام دین خدا کا پیغام اور دینداری کی آزادی ہے"

دوسرے مقام پر گویا ہوئے:

"سارے پیر خانقاہ کی چار دیواری سے نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے۔ سارے علماء مدرسوں سے باہر آکر کھڑے ہوئے اور ارادہ کیا کہ ۹ کروڑ سنیوں کو مبلغ بنا کر ذمہ داری دی جائے۔ روٹھے ہوؤں کو منایا جائے---- ان پاکوں کا یہ عزم ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دیتا ہے"۔

ایک اور نہایت اہم اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم سوچو کے سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی، اب بحث کی لعنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے باز آؤ، اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالو تو جا کر دم لو کہ یہ کام اے سنیوں! سن لو کہ صرف تمہارا ہے"۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے، نہ شاعری ہے اور نہ سنی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے۔ اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا؟ اب رہا پاکستان، کار سنیاں است! یہ ملک کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوف لومتہ لائم کر دیا ہے"۔

اس مختصر سے جائزے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت پیر سید محمد محدث کچھوچھوی کی تحریک پاکستان کے سلسلے میں مسلسل اور لگاتار تگ و دو اور جدوجہد ناقابل فراموش ہے۔ بمصداق

آفریں باد برین ہمت مردانۂ تو
ایں کار از تو آید و مردان چنین کنند

مآخذ

الخطبات الاشرفیہ: حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی، لاہور
اکابر تحریک پاکستان: محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۷۶ء
تحریک پاکستان اور مشائخ عظام: محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۷ء
تحریک پاکستان اور صحافت: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء
فرش پر عرش: کلام حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی مرتبہ قاسم محمد اشرفیہ لاہور ۱۹۹۷ء
عظیم قائد عظیم تحریک جلد دوم: ولی مظہر، ملتان ۱۹۸۳ء
مقالات اشرفیہ: محدث اعظم ہند کانفرنس ۱۹۹۶ء لاہور مرتبہ محمد منشا تابش قصوری اشرفی، لاہور ۱۹۹۶ء
ماہنامہ آستانہ، کراچی، جنوری ۱۹۹۵ء جنوری ۱۹۹۶ء مارچ و اپریل ۱۹۹۷ء مارچ ۱۹۹۸ء
اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور، نمبر ۱۵ جلد ۸۴، ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء

●●●●●

(رپورٹ :اقبال احمد اختر القادری)

امام احمد رضا کانفرنس کراچی 2000

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ کے احسانات سے بھری پڑی ہے، دنیا کے سارے اسلامی ملکوں میں یہ قابل فخر اعزاز صرف پاکستان کو حاصل ہوا کہ اس کی پارلیمنٹ نے انکار ختم نبوت کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قانونی اور سیاسی طور پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا، پاکستان کی پارلیمنٹ کے اس فیصلہ میں امام احمد رضا کے ان فتاویٰ کو کلیدی حیثیت حاصل رہی جو انہوں نے فتنۂ قادیانیت اور فتنۂ انکار ختم نبوت کے رد میں تحریر فرمائے تھے، میری معلومات کے مطابق پورے عالم اسلام میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے فتنۂ قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے فتویٰ صادر فرمایا، ان خیالات کا اظہار ممتاز عالم اور ورلڈ اسلامک مشن کے چیئر مین علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے بین الاقوامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ پاکستان کے زیر اہتمام ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۰ء سے خطاب کرتے ہوئے کیا، وہ کانفرنس کی صدارت فرما رہے تھے جبکہ مقالہ نگاران میں رکن اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان اور تنظیم المدارس کے ناظم امتحانات علامہ غلام محمد سیالوی، جگر گوشۂ غزالی زماں مدیر ماہنامہ "السعید" ملتان علامہ سید حامد سعید شاہ کاظمی، شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد علامہ مفتی احمد میاں برکاتی، کراچی یونیورسٹی شعبۂ سیاسیات کے استاد پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ قادری، شعبۂ پیٹرولیم اور جیالوجی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری شامل تھے --- علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ امام احمد رضا کی ہستی عالم اسلام کیلئے باعث شرف و عزت ہے، انہوں نے نہ صرف دینی بلکہ سیاسی میدان میں بھی، بانگ دہل رہبری کا فریضہ انجام دیا، ان کے بتائے ہوئے اصول و ضوابط آج بھی ہمارے لئے رہنما ہیں، امام احمد رضا کا پیغام محبت رسول ﷺ ہے اور اسی نقطہ پر وہ عالم اسلام کو متحد کرنا چاہتے تھے، مجھے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی عالمی سطح پر کارکردگی کا جان کر بے حد مسرت ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ہمیشہ شاد آباد رکھے۔

کانفرنس کا آغاز بعد نماز مغرب رنگون والا ہال کراچی میں تلاوت قرآن اور امام احمد رضا کی نعت شریف سے ہوا۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر مجید اللہ قادری ادا کر رہے تھے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر عبداللہ قادری نے کہا کہ امام احمد رضا نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے مسلمانوں کے امام اور رہنما ہیں بلکہ میں تو یہ کہنے میں بھی دریغ نہیں کرتا کہ وہ مسلمانوں ہی کے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے رہبر و رہنما ہیں، ان کے فتاویٰ میں عالمی سطح پر انسانیت کی فلاح و بہبود سے متعلق اشارے جا بجا ملتے ہیں ایسے عظیم رہبر کی فکر کی اشاعت پر میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ علامہ مفتی احمد میاں برکاتی نے اپنے خطاب میں کہا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف سے جس قدر عقیدت و محبت کرتے تھے ان کا پیر خانہ بھی ان سے اسی قدر

محبت و احترام کا رشتہ رکھتا تھا یہ شرف کسی کسی کو ہی نصیب ہوا کرتا ہے ---- جگر گوشۂ غزالی زماں، ممتاز مذہبی اسکالر و سیاستداں علامہ سید حامد سعید کاظمی نے حضرت امام احمد رضا اور ان کا عشق رسول ﷺ کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبوب مجازی کا عشق محبوب کے حسن و جمال کا مرہون منت ہوا کرتا ہے یعنی اگر محبوب میں وہ حسن و جمال نہ ہوتا تو اس سے عشق نہ کیا جاتا یہی وجہ کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ظاہری حسن و جمال کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں مگر عشق حقیقی حسن جمال کا محتاج نہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ داستان عشق رسول کا حسین باب ہیں، کاروان عشق رسول ﷺ میں ان کا عشق نمایاں چمک رہا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے محبوب حقیقی سے دعا کی تھی کہ ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا اور لکھنا پڑھنا سب اتباع سنت اور تحفظ ناموس رسالت مآب کا آئینہ دار تھا، "فاضل بریلوی" چمنستان عشق رسول کا دوسرا نام ہے، ایسے عظیم عاشق کی یاد میں کانفرنس کرنا اور بین الاقوامی سطح پر تحقیقی کام کرنے پر میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں، ہمیں اس عظیم ادارہ کے شانہ بشانہ چلنا اور تعاون کرنا چاہیے ---- صدر ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ادارہ اب تک ڈیڑھ لاکھ کے قریب اردو، عربی، فارسی، سندھی، پشتو اور انگریزی زبانوں میں کتب شائع کر کے عالمی سطح پر تقسیم کر چکا ہے، ایشیاء اور یورپ میں امام احمد رضا کے تعارف اور ان پر تحقیقی و تصنیفی کام کے بعد اب اداہ تحقیقات امام احمد رضا عرب دنیا میں کام کرنا چاہتا ہے ، انہوں نے کہا کہ ہم نے گزشتہ برس "مصر" کا دورہ کیا اور شیخ الازہر اور دیگر عالمی اسکالرز کو امام احمد رضا کا لٹریچر پہنچایا ہے جبکہ ہم مصر میں امام احمد رضا کانفرنس کر لینے کے بعد اب ان شاء اللہ بغداد میں بھی کانفرنس کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس ضمن میں ورلڈ اسلامک مشن ہمارے ساتھ تعاون کرے تو ہم ممنون ہو گئے انہوں نے کہا کہ ادارہ کی کوششوں سے اب تک دو فاضل جامعہ الازہر سے امام احمد رضا پر ایم فل کر چکے ہیں جبکہ دو مزید اسکالر کام کر رہے ہیں، ہماری کوششوں سے فاضل بریلوی کا سلام عربی میں ترجمہ ہو کر مصر ہی سے کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے ادارہ نے اپنے بڑھتے ہوئے تحقیقی کام کے ابلاغ کے لئے جنوری ۲۰۰۰ء سے "سالنامہ" معارف رضا، کو "ماہنامہ" کر دیا ہے جو علمی و دینی جرائد میں اپنی مثال آپ ہے ---- علامہ غلام محمد سیالوی نے اپنے خطاب میں امام احمد رضا کی فقہی خدمات اور ان کے علمی کمالات کا ذکر کرتے ہوئے ادارہ کی خدمات کو سراہا ---- ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے مولانا محرم علی شاہ چشتی لاہوری کے نام امام احمد رضا کے ایک مکتوب کے حوالے سے اتحاد امت اور اصلاح معاشرہ کیلئے فاضل بریلوی کی خدمات کا جائزہ پیش کیا ---- اس موقع پر ماہنامہ معارف رضا کراچی کا "تعارفی شمارہ امام احمد رضا کانفرنس نمبر" اور دیگر بروشر تقسیم کئے گئے، آخر میں مولانا سرفراز احمد اختر القادری نے فاضل بریلوی کا تحریر کردہ صلوٰۃ و سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پیش کیا جبکہ علامہ شاہ احمد نورانی نے اداہ کی ترقی، ملک پاکستان اور عالم اسلام کے تحفظ و بقاء کے لئے دعا کی اور یوں اس دینی و علمی محفل کا اختتام ہوا۔

دور ونزدیک سے
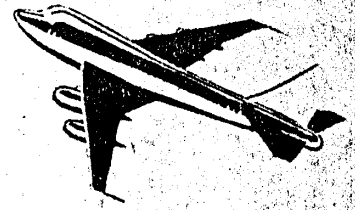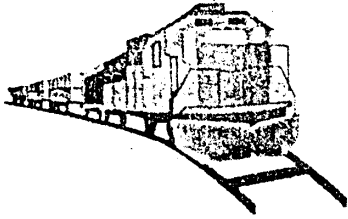
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(دہلی، انڈیا)

برادر مکرم ڈاکٹر مجید اللہ قادری،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ سب بخیر وعافیت ہوگے، فقیر ۲۸ / مارچ ۲۰۰۰ء کو بعافیت دہلی پہنچا۔ ۶ / اپریل کو بریلی شریف حاضر ہوا---مزار مبارک پر حاضری دی---اور علماء احباب سے ملاقاتیں ہوئیں---مولانا اقبال احمد نوری نے محمد اکبر خاں صاحب کے مقالے کا فارسی ترجمہ عنایت فرمایا جس کا عکس ڈاک سے بھیج رہا ہوں، اس کو کانفرنس کے موقع پر چھپوا دیا جائے---سرورق کا مضمون خط کے پیچھے لکھ رہا ہوں---موصوف ہی نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی قلمی جدول کے دو صفحوں کے عکس بھی دیئے ہیں ماہنامہ "معارف رضا" شائع کرادیں۔ یہ جدول ضخیم ہے----حضرت علامہ محمد نقی علی خاں علیہ رحمہ پر بریلی شریف میں سیمنار ہوا تھا۔ اس کے مطبوعہ مقالات بھی ملے---ان کو بھی شائع کرنا چاہیں تو شائع کرادیں اس میں سے اہم مقالہ معارف کے سالنامہ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ مولانا عرفان الحق صاحب (بریلی شریف) خادم خاص علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب کی خواہش ہے کہ ماہنامہ "معارف رضا" حضرت علامہ کے نام جاری کیا جائے۔

اس پتہ پر جاری کردیں: علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب
محلہ کانکر ٹولہ - بریلی شریف - ۲۴۳۰۰۵، فون ۴۵۱۳۰۷
۴۵۵۷۸۶

نوٹ: اسٹیشن پر علامہ توصیف رضا خاں، ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، مولانا مظہر الحسن صاحب، ڈاکٹر سرتاج حسین صاحب، وغیرہ آئے تھے۔ ۸ / اپریل ۲۰۰۰ء کو دوپہر ۱۲ بجے مسجد شریف میں جامعہ منظر اسلام کے طلبہ اور اساتذہ کی طرف سے استقبالیہ دیا گیا۔ جامعہ کے اساتذہ نے تقاریر فرما کر فقیر سے اخلاص ومحبت کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین) فقیر تو کسی لائق نہیں۔ علامہ سبحان رضا خاں صاحب حرمین شریفین میں تھے اس لئے مولانا تسلیم رضا خاں صاحب نے صدارت فرمائی۔ دونوں سپاس نامے بھیج رہا ہوں مندرجہ ذیل علماء نے اظہار خیال فرمایا۔ مولانا محمد نعیم اللہ بہرا یچی (صدر مدرسین جامعہ منظر اسلام)، مولانا محمد مظہر الحق، مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، مولانا عبد الرحمٰن صاحب وغیرہ۔ سب حضرات نے آپ کو، محترم صاحب زادہ وجاہت رسول صاحب کو اور سب اراکین کو سلام کہا ہے قبول فرمائیں۔ فقیر ۱۹ / اپریل کو واپس آیا ۱۴ / اپریل کو انشاء اللہ اندور روانگی ہے ۲۵ / اپریل کو واپسی پھر مئی کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں کراچی روانگی ہے۔ الحمد للہ طبیعت بہتر ہے تھکان سے سر میں چکر آجاتے ہیں۔ آرام کرتا ہوں پھر مصروف ہو جاتا ہوں، یہاں فرصت عنقا ہے۔ اچھا اجازت دیں دعاؤں میں یاد رکھیں محترم وجاہت رسول قادری، برادرم عبد اللطیف قادری، مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، برادرم خالد صاحب، محترم شفیع بھائی، برادرم منظور حسین جیلانی، مکرمی محمد حنیف رضوی، برادرم سید ریاست رسول صاحب اور احباب کو سلام کہہ دیں، میاں مسرور بھی سلام کہتے ہیں (فقیر کو شرف ملاقات سے مشرف کرنے یہ حضرات تشریف لائے علامہ تحسین رضا خاں، علامہ غلام مصطفیٰ اشرفی، علامہ بہاء المصطفیٰ، علامہ محمد حنیف رضوی، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، علامہ توصیف رضا خاں، مولانا تسلیم رضا خاں، مولانا انور علی، مولانا اقبال احمد نوری، مولانا عرفان الحق رضوی، محمد قاسم صاحب وغیرہ وغیرہ) فقط والسلام: احقر محمد مسعود احمد

نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا محمد منان رضا خاں، منانی

(مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ سوداگران بریلی شریف)

مکرمی جناب --- سید وجاہت رسول قادری صاحب --- سلام ورحمت

بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہوں خدا کرے آپ بعافیت ہوں --

ماہنامہ "معارف رضا" شمارہ اپریل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج کے پتہ پر موصول ہوا دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں --- پروفیسر مسعود احمد صاحب کی "اپنی بات" کا مضمون اداریہ پڑھ کر قلبی مسرت حاصل ہوئی اور اس پر مصر کے علماء اور انکے تعلقات بڑھنے سے کافی سرور ہوا۔

ڈاکٹر مجید اللہ، محمد اقبال احمد اختر القادری صاحبان کے مضامین بہت اچھے اور عمدہ لگے جو کہ عصری اسلوب میں ڈھلے ہوئے تھے۔ جبکہ اس دور حاضر میں ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کتب کے مفہوم کو عصری لب ولہجہ میں پیش کیا جائے جس سے کہ کالج اور اسکولز کے طلباء اور عام فہم حضرات کو بھی سمجھنے میں آسانی ہو ---

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ماشاء اللہ تن، من، دھن، کیساتھ اچھا کام کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو روز افزوں اور ترقی فرمائے (آمین)

میرے مکان پر ایک لائبریری بنام "اعلیٰ حضرت لائبریری" فقیر کے ناچیز زادہ محمد عمران رضا خان نے قائم کردی ہے۔ جس میں تقریباً اعلیٰ حضرت کی پانچ سو کتب موجود ہیں اور آپ سے گزارش ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جتنی کتب آپنے شائع کی ہیں وہ سب بھیج دیں اور جتنی شائع کیا کریں وہ بھی بھیج دیا کریں --- اور ایک رسالہ لائبریری کیلئے اور خاص کر ایک میرے لئے میرے مکان کے پتہ پر بھیج دیا کریں ---

ابھی حال ہی میں پروفیسر مسعود صاحب کا ہندوستان میں دورہ ہوا آپ بریلی شریف بھی حاضر ہوئے ان سے ملکر بڑی مسرت ہوئی لیکن قلیل وقت کی بناء پر جامعہ نوریہ کا معائنہ نہ کر سکے ازیں قبل آپ نے معائنہ کیا ہے جس وقت جامعہ وجود میں آئی تھی اور عمارت چھوٹی تھی۔ اب ماشاء اللہ آپ حضرات کی دعاؤں سے تو بہت بڑی عمارت کھڑی ہو چکی ہے اور دو منزلہ عمارت تیار ہو چکی ہے تعلیمی نظام عمدہ اور کمپیوٹر، عربی، انگلش اسپیکنگ کورس بھی رکھا گیا ہے۔ اس وقت پروفیسر صاحب نے مقالہ بھی پڑھا تھا اور سپاس نامہ بھی لکھا تھا جو آج بھی شاہد عدل ہے، جامعہ میں لائبریری بھی قائم ہے۔ اور جملہ ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کتابیں بھی الحمد للہ فراہم ہیں، اچھا اب اجازت، ادارہ کے تمام احباب کرام کو سلام پیش ہے۔ (فقط والسلام: منانی)

مفتی شریف الحق امجدی
اور علامہ غلام علی اوکاڑوی
انتقال کر گئے

برصغیر کے ممتاز عالم ومصنف فقیہ اعظم ہند شارح بخاری استاذ العلماء علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رضوی (ناظم تعلیمات وصدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، انڈیا) میں انتقال فرماگئے۔ جبکہ پاکستان کے ممتاز مفسر ومحدث استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ غلام علی اوکاڑوی (بانی وشیخ الحدیث اشرف المدارس اوکاڑہ) بھی مئی میں انتقال فرماگئے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر حافظ عبد الباری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، الحاج شفیع محمد قادری، سید ریاست رسول قادری، حاجی عبد اللطیف قادری، حاجی حنیف رضوی، منظور حسین جیلانی، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری اور سید محمد خالد قادری نے ان اکابر کی رحلت پر دلی تازیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی رحلت کو عالم اسلام کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔

عالم اسلام کی حیرت انگیز علمی شخصیت

پروفیسر عبدالرحمٰن ★

بر صغیر ہندوپاک کے عظیم مذہبی اسکالر، مفکر، مدبر، محقق اور محدث مفتی اعظم حافظ و قاری الشاہ عبدالمصطفےٰ محمد احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذات نگینہ (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) کو بچپن میں قلم و دوات لیے ریاضی و جیومیٹری کی مشق کرتے دیکھ کر والد ماجد مولانا نقی علی خاں قدس سرہ نے استفسار کیا تو جواب ملا کہ علم ریاضی پر عبور حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ والد محترم نے فرمایا "تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود حاصل کرلو گے" گویا آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنی زندگی میں شامل کرلو تمام علوم تمہارے قدموں میں سمٹ آئیں گے۔

پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے احمد رضا خاں کی زندگی میں علمی انقلاب برپا ہو گیا سرکار دوجہاں ﷺ کے دامن سے کیا وابستہ ہوئے کہ دین و دنیا کے علوم کے تمام خزانے اللہ عزوجل نے آپ کے سامنے کھول دیئے۔

احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کم و بیش (۵۵) پچپن علوم کے ماہر تھے جس میں تقریباً ۴۳ علوم آپ نے اپنے ذاتی مطالعہ سے حاصل کیے۔ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے علوم عقلیہ کیلئے چند اساتذہ سے فیض بھی حاصل کی۔ آپ علم کیمیا، طبیعات، ریاضی، ارضیات، سیاسیات، حیوانات، نباتات، معاشیات، اقتصادیات، جغرافیہ، فلکیات، تاریخ، بلاغت، کلام، تفسیر، حدیث و فقہ، تصوف، ثواقب، شعر و انشاء، فلسفہ، منطق، ہیئت وغیرہ جیسے علوم کے استاد کامل سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کے تحریر کردہ چند علوم ایسے ہیں جنہیں ابھی تک نام نہیں دیا جا سکا ہے۔ احمد رضا خاں نے ۱۴ سال کی کم عمری میں درس نظامی سے فراغت کے بعد باقاعدہ فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا اور یہ سلسلہ تمام زندگی جاری و ساری رہا۔ آپ کے دارالافتاء میں براعظم ایشاء، یورپ، امریکہ اور براعظم افریقہ سے استفتاء آتے جو کہ ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے۔ یہ مرجیعت و مقبولیت صرف اور صرف امام احمد رضا کو حاصل تھی۔ جب بھی کوئی توجہ طلب مسئلہ زیر نظر آتا تو عوام کیلئے مختصراً اور علماء کے لئے کتابی شکل میں جواب مرحمت فرماتے۔

احمد رضا خاں کی علمی کاوشوں کو جاننے اور دنیائے عالم پر روشناس کرانے کے لئے "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان" مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ (سابق ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم سندھ پاکستان) کی سرپرستی میں جنوبی ایشیاء کے بیشتر شہروں کے علاوہ) بیرونی ممالک کے کئی شہروں میں کام سر انجام دے رہا ہے۔ ہندوپاک کے محققین کی خاصی تعداد احمد رضا خاں پر بے شمار تحقیقی مقالات تحریر کر چکی ہے اور کئی ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند بھی حاصل کر چکے ہیں۔ خاص طور پر اس سلسلے میں

★(لیکچرار، شعبۂ ریاضی، ابن رشد گرلز کالج میرپور خاص)

۱۹۸۸ء میں عیسائی نو مسلم پروفیسر ہارون (آکسفورڈ یونیورسٹی شعبہ تاریخ) نے احمد رضا خاں کی علمی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور احمد رضا خاں کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے "رضا اکیڈمی انگلینڈ" کی سرپرستی خوشی کیساتھ قبول فرمائی۔ پروفیسر ہارون خود بھی احمد رضا خاں پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں آپ کی تصنیف "احمد رضا خاں کی عالمی اہمیت" بہت اہم ہے۔

احمد رضا نے تقریباً ایک ہزار کتب تصنیف کیں جن میں سے اکثریت مطبوعہ غیر مطبوعہ حالت میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں موجود ہیں۔ آپ کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" اردو تراجم کے سارے ذخیرہ میں امتیازی شان رکھتا ہے یہ نا کسی ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی یہ تو براہ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے۔ تفسیر میں احمد رضا خاں کی شان یہ تھی کہ صرف سورۃ الضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۴۰۰ صفحات سے بھی تجاوز کر گئی تو فرمایا "زندگیاں ملتیں تو تفسیر لکھتے ایک زندگی تو تفسیر کے لئے بہت کم ہے"۔ علم حدیث میں انکا یہ مقام کہ حاجی امداد اللہ مکی کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی نے احمد رضا خاں کی تصنیف "الروض البهيج في آداب التخريج" پر آپ کو علم حدیث کا موجد کہا۔ احمد رضا خاں جس شان کے محدث تھے اسی شان کے فقیہ بھی تھے۔ آپ کا عظیم مجموعہ فتاویٰ "العطايا النبويه في الفتاوىٰ الرضويه" (۱۲ ضخیم جلدوں میں موجود ہے) ان کی فقاہت پر گواہ ہے۔ ماہرین قانون میں علامہ محمد اقبال اور ممبئی ہائیکورٹ کے جج پروفیسر ڈی ایف ملاء نے فتاوی رضویہ کو عظیم شاہکار قرار دیا ہے۔

دور جدید کیلئے احمد رضا خاں کے پیکر علمی کا معقولاتی پہلو نہایت اہم اور دلچسپ ہے۔ آپ نے اپنی تحقیقات و تصنیفات میں قدیم و جدید فلسفیوں اور سائنسدانوں کی تحقیقات و تخلیقات کا جائزہ لے کر ان کی علمی گرفت کی ہے۔ مثلاً البرٹ آئن اسٹائن کے نظریہ حرکت زمین پر فاضلانہ بحث کرتے ہوئے قرآن و حدیث سے (۱۰۵) دلائل دیکر "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں ثابت کیا کہ زمین ساکن ہے۔ سائنسی علوم میں احمد رضا خاں کی گہرائی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۹ء میں ایک امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے پیشگوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتات کے سامنے بعض سیاروں کے جمع ہونے اور کشش کے نتیجے میں ممالک متحدہ امریکہ میں قیامت صغریٰ آئیگی۔ جب احمد رضا خاں سے اس پیشگوئی پر رائے لی گئے تو آپ نے اسے لغو قرار دیا نیز جواب میں فاضلانہ علمی مقالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" تحریر فرمایا پھر ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سارے عالم نے دیکھا کہ جو کچھ احمد رضا خاں نے کہا حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔

احمد رضا خاں ایک ماہر اقتصادیات و معاشیات بھی تھے چنانچہ "پروفیسر رفیع اللہ صدیقی (سابق ناظم تعلیمات حیدر آباد بورڈ سندھ) جو کہ معاشیات کے ماہر استاد ہیں۔ احمد رضا خاں کی معاشرہ پر گہری طاہرہ نگاہ پر ایک مقالہ بعنوان "فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں" ۱۹۷۱ء میں شائع کیا جس میں پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

> "جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء کے بعد ہوئی یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مرد مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء میں ہی دکھادی تھیں"۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے احمد رضا کے پیکر علمی پر فرمایا:

"اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے فضل و کمالات، ذہانت و

فطانت، طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء وفضلاء یونیورسٹیوں کے اساتذہ محققین و مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے (حوالہ ہفت روزہ افق جنوری ۱۹۷۹ء)

مولانا مودودی نے احمد رضا خاں کے وسعت علمی پر فرمایا

احمد رضا کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے (حوالہ مقالات یوم رضا)

احمد رضا خاں کو ان کے علمی وادبی کام پر علماء عرب و عجم نے بیک زباں آپکو وقت کا امام و مقتداء، علوم وفنون کا جامع، فیوض وبرکات کا سرچشمہ، اسلام کا داعی و مبلغ اور موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔

احمد رضا خاں سراپا عشق رسول ﷺ کا نمونہ تھے آپ فنافی الرسول کے مذہب پر فائز تھے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

احمد رضا خاں علوم وفنون کے سمندروں سے گزر کر نعت گوئی کے پل صراط پر قدم رکھتے ہیں۔ اسلئے انکا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے ظرف میں اتارنے کے ہنر سے پوری طرح واقف ہے ان کے جذبے کی بے ساختگی لفظوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی الفاظ خود بڑھ کر اس جذبے کو آغوش میں لے لیتے ہیں۔ احمد رضا خاں خود فرماتے ہیں کہ میں نے نعت گوئی قرآن سے سیکھی ہے وہ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں، قرآن سیرت مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینہ کو روبرو رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا گویا احمد رضا خاں کی نعت عشق رسول سے شروع ہو کے ''ایمان'' پر ختم ہوتی ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' اس امر کا شاہد ہے۔ آپ کا نعتیہ غزل کا یہ مطلع جب داغ نے سنا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے (ماہنامہ فاران کراچی ۱۹۸۳ء دسمبر) آپ کا لکھا ہوا سلام ساری دنیا کے مسلمانوں کی زبان پر ہے

''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام''

احمد رضا خاں بہترین سیاسی بصیرت رکھتے تھے پاک وہند کی تاریخ میں خاص طور پر دو ادوار ایسے آئے جب دو قومی نظریے کے احیاء کی کوشش کی گئی۔ پہلی بار دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ کے عہد میں سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنی کوششوں کا آغاز کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے عہد جہانگیری میں اسلامی انقلاب آیا اور شریعت اسلامیہ کا غلبہ ہوا۔ دوسرا دور وہ ہے جب ۱۴ ویں صدی ہجری کے نصف اول میں گاندھی کی کوشش رنگ لائیں مسلمان اسلامی شعار چھوڑنے لگے اور ہندو شعائر اپنانے لگے، اس موقع پر احمد رضا خاں نے پوری توانائی کے ساتھ دو قومی نظریئے کا احیاء کیا اور ملت اسلامیہ کی غیرت حمیت کو اور جذبۂ ایمانی کو بیدار کیا۔

الغرض احمد رضا خاں کی علمی خدمات کا احاطہ کرنا سمندر کو کوزے میں سمانے کے مترادف ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

IMAM AHMED RAZA RESEARCH ABOUT LEPROSY

By: Dr.Muhammad Maalik*

Ala, Hazrat Imam Ahmad Raza Khan wrote 1000 books on more that 100 spheres of knowledge. Because of his vast and inspired knowledge, nearly all the renowned personalities of the world have appreciater him and universities are awarding the honour degrees of M.Phil / Ph,D to the research scholars, doing research work on Imam Ahmad Raza.

The latest research has astonished the Muslim World that Imam Ahmad Raza had full command over 240 books about Ilm-e-Hadith and mor than 90 books about Ilm-e-Fiqqha (Islamic Jurisprudence).

The highly honoured saint and renowned theologian, Alahazrat Imam Ahmad Raza Khan was a sword of Islam and a great commander for the cause of Islam. He was a Quranic Translator, commentator, Muhaddith, great jurist, revivalist, educationist, economist, psychologist, philosopher, religious poet and a scientist.But his distinctive quality is his love for the Holy prophet (Allah's Grace and peace be upon him)

Imam Ahmad Raza's research about leprosy has opened up new avenues to success. Because the more the modern science is going to unfold the realities of the universe, the more the Islamic truths become evident.

Leprosy is regarded by the general population with a feeling of fear (communicable effect) and shame (Social Stigma). The subject matter of this booklet is to provide original information to both professional workers and general public, with the aim to convey the universal message of Islam that."Leprosy is non-communicable disease" , so that a better understanding should be maintained. And the sufferers should be adequately managed. Moreover families of the sufferers also need to understand the problems in order to be able to manage leprosy patients in a more effectove manner.

In 1995, there held a leprosy seminar at D.G.Khan on 26/27 November 1995. In this seminar, lady Dr. Chris Schmotcher and Dr. Iqbal Ahmad from Leprosy Hospital Rawalpindi (PAK) delivered lectures, showed slides and discussed short cases about leprosy to the medical officers of the Punjab. At the end of the Seminar, I awared them about the Islamic research on leprosy by Alahazrat Imam Ahmad Raza Khan Baraelvi (1856-1921) that 'Leprosy is non-communicable disease'. Both the researchers astonished and appreciated Imam Ahmad Raza's Islamic research with open hearted.

In short, Alahazrat Imam Ahmad Raza Khan is the first Muslim theologian of the 20th Century who elaborated about leprosy in his book "ALHAQEL MUJTALA FEHUKMEL MUBTALA 1905" that "Leprosy is noncommunicable disease" in the light of Islamic thoughts (with reference to 33 Hadith Mubarka). So Alahazrat surpassed the Muslim world and his Islamic contribution will be remembered with pride.

ORIGIN OF LEPROSY

Leprosy is an ancient disease of man involving skin and peripheral nerves. The origin of leprosy is still unknown.

(M.B.B.S Dera Ghazi Khan)

Most probably it is considered that INDIA, CHINA, SODAN and EGYPT had been the most ancient homes of leprosy . The researchers claim that it spread throughout the world from one of these countries.

The geographical distribution tells us that it is widely spread throughout the tropical and sub tropical areas of the world. It is manily, but not entirely contracted in childhood and late adolescence. Leprosy is round about limited to Asia and Africa with the following ratio:

Asia	62%
Africa	34%
South Africa	3%
Other countries of the world	1%

The latest statistical biodata tells that there are 10-20 millions leprosy sufferers worldwide today. Out of this five milions are receiving Medical treatment and 1/4 of these patients are registered with the ratio:

Asia	2/3
India more than	1/2
Africa less than	1/3

According to latest statistical research, there are 20-30 thousand leprosy patients in Pakistan. Most sufferers live in various provinces of Pakistan like NWFP, Punjab, Baluchistan, Sindh (Karachi) and Azad Kashmir.

ISLAMIC RESEARCH ABOUT LEPROSY.

Islam is a complete system/code of life for every nation and every time. For human prosperity and welfare, its principles are well balanced from every respect like physical, Mental, Psychological, Socio economical and Health etc.

The realities tell us that there is no dearth of renowned personalities in the history of Islam who made rich contributions in various fields of knowledge especially Medical Science. Such a highly honoured and cyclopaedic theologian of the 20th century is AlaHazrat Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi (1856 - 1921), who, about one century ago, wrote a book on Leprosy entitled "AlHaqel Mujtala Fe-Hukmel Mubtala 1905".

In his book, AlaHazrat guided the humanity and directed an International message of Islam to the whole world that "Leposy is non-communacable disease".

It is important to note that AlaHazrat has claimed in his book, "AlHaqel Mujtala Fe-Hukmel Mubtala 1905" with sayings of the Holy Prophet (Allah's Grace and peace be upon him) that:

1. No disease is communicable/contagious including Leprosy.
2. If the disease were communicable, then the whole world would become gradually the target of desases.
3. How the first single sufferer got the Leprosy?
4. If a male Leprosy sufferer wants consumation with his wife, she can't refuse it. And a woman (wife) can not claim for dissolution of marriage against her husband (Leprosy sufferer) due to Leprosy disease"

It is evident that in the early days, if Islamic Ideology was followed, the modern science (especially Medical Science) could better serve and manage the human being in regard to disease prevention and health promotion. Well, the better late than never.

Is is highly interesting that the Universal Declaration of the rights of Leprosy patients by Raoul Follereau, Founder of World Leprosy day, has been already discussed by AlaHazrat Imam Ahmad Raza Khan in his book "AlHaqel Mujtala Fe-Hukmel Mubtala 1905". No doubt this shows the supremacy of Islam.

Referenceces:-

1. "AlHaqel Mujtala Fe-Hukmel Mubtala 1905"
2. Fatawa Riddawia 10th Vol - Imam Ahmad Raza.
3. Al Malfooz - Mustafa Raza Khan.
4. Davidson's Principles and practice of Medicine 18th Edition.
5. An Atlas of leprosy - Revised Edition Ricardo S. Guinto (MD,MPH) Sasakawa Memorial Health Foundation, 1994 Tokyo - Japan.